قرآن اکیڈمی

انجمن خدام القرآن سندھ کراچی

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

آئینہ انجمن

رجب المرجب 1447ھ، جنوری 2026ء

شمارہ نمبر: 83

021-34993436-7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال کراچی۔

آئینہ انجمن

فہرست مضامین

01 فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ
- - -
02

02 نیا سال تجھ میں نیا کیا ہے
ڈاکٹر انوار علی ابرار
03

03 حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ
قمرالدین انصاری راز/اقبال احمد نورانی
04

04 ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدام القرآن
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
05

05 اقتباس نگران انجمن خدام القرآن
شجاع الدین شیخ
06

06 پیغام قرآن (پہلی قسط)
حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ
07

07 عصرِ حاضر کی نسلِ نو کا فہم
فاروق احمد
13

08 علامہ اقبال کی حیات و خدمات (آخری قسط)
مولانا حبیب اللہ امجد
17

09 آزوؤں کا سمندر
حافظ محمد اسد
20

10 سیرت سید احمد شہید (دوسری قسط)
امین اللہ معاویہ
22

11 تعارف: رجوع الی القرآن کورس
زیرانتظام انجمن خدام القرآن سندھ
28

12 انجمن خدام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں
ماہانہ رپورٹ
38

13 شعبہ ملٹی میڈیا
ماہانہ رپورٹ
44

فرمان الٰہی جل جلالہ و فرمان نبوی ﷺ

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ [الملک: 02]

ترجمہ: (وہ اللہ) جس نے موت اور زندگی اس لیے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے، اور وہی ہے جو مکمل اقتدار کا مالک، بہت بخشنے والا ہے۔

تشریح: گویا اللہ نے کائنات کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ انسان کی تخلیق سے پہلے ہی انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کا سامان مہیا کر دیا جائے۔ پھر انسان کو پیدا کیا اور اس کی موت و حیات کا سلسلہ قائم کیا اسے قوت ارادہ و اختیار اور عقل و تمیز عطا کی کہ دیکھا جائے کہ کون کائنات کی دوسری اشیا کی طرح اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ اگر سر تسلیم خم کر لے تو یہی اس کے لیے بہتر روش ہے اور اس کے اعمال اچھے ہوں گے اور انکار کی صورت میں اس کے اعمال بھی برے اور بدلہ بھی برا ملے گا۔ گویا یہ دنیا ہر انسان کے لیے دارالامتحان ہے اور اس امتحان کا وقت انسان کی موت تک ہے۔ موت سے لے کر بعث بعدالموت تک کا عرصہ امتحان کے نتائج کے انتظار کا عرصہ ہے۔ تاہم ہر ایک کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس امتحان میں فیل ہونے والا ہے یا پاس اور اسی کے مطابق اسے اس عرصہ میں کوفت یا راحت بھی پہنچتی رہتی ہے اور قیامت کو اس امتحان کے نتائج کا باقاعدہ اعلان ہوگا۔ نمبر نہایت انصاف کے ساتھ دیے جائیں گے۔ پھر ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا بھی ملے گی۔ (تیسیر القرآن۔۔۔۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ: اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا پانچ حالتوں کو دوسری پانچ حالتوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، اور ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہیے وہ اٹھا لو۔ غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، اور غنیمت جانو تندرستی کو بیمار ہونے سے پہلے، اور غنیمت جانو خوش حالی اور فراخ دستی کو ناداری اور تنگدستی سے پہلے، اور غنیمت جانو فرصت اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے، اور غنیمت جانو زندگی کو موت آنے سے پہلے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ انسان کے حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، اس لیے اس کو چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے کچھ عمل کرنے کے قابل اچھی اور اطمینان کی حالت نصیب فرمائے تو اس کو غنیمت اور پروردگار کی طرف سے ملی ہوئی نعمت سمجھے، اور اللہ کی رضا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کر سکتا ہو اس وقت کر لے، کیا خبر ہے کہ آئندہ کر سکنے کے قابل رہے گا یا نہیں۔ اگر جوانی کی قوت ملی ہوئی ہے تو بڑھاپے کی کمزوریوں اور معذوریوں کے آنے سے پہلے اس سے فائدہ اٹھا لے، اگر تندرست و توانا ہے تو بیماری کی مجبوریوں سے پہلے اس سے کام لے لے، اگر خوش حالی اور مالی وسعت اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو افلاس اور محتاجی آنے سے پہلے اس سے فائدہ حاصل کر لے، اور اگر کچھ فرصت ملی ہوئی ہے تو مشغولیت اور پریشان حالی کے دن آنے سے پہلے اس کی قدر کر لے اور کام لے لے اور زندگی کے بعد بہرحال موت ہے جو ہر قسم کے اعمال کا خاتمہ کر دینے والی ہے اور اس کے ساتھ توبہ و استغفار کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے، اس لیے زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت اور خداداد فرصت سمجھے، اور اس سے فائدہ اٹھانے میں غفلت نہ کرے۔ (معارف الحدیث)

اے نئے سال بتا تجھ میں نیا کیا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی ابرار

ایک بار پھر سال بدل گیا۔ وقت پر لگا کر اڑ رہا ہے۔ شمسی اور قمری کی بحث ثانوی ہے اصل معاملہ تو یہ ہے کہ وقت کا غالب نظام طاغوتی ہے اور اسلامی نظام حکومت اس وقت صرف کتابوں میں ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے کہ وَ لَا تَہِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ [آل عمران: 139] ترجمہ: ''اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے''۔

بد قسمتی سے آج مسلمان غلبے سے کوسوں دور ہیں۔ مغربی تہذیب و تمدن نظام کی سطح سے انفرادی ذہن کی گہرائی تک کے تمام قلعے فتح کر چکا ہے۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے

امت مسلمہ کی حالت زار دن بدن مزید ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ خود کو مسلمان سمجھنے اور کہلوانے والے ہر وہ ادا اپنا چکے ہیں جس کی نفی سرکار دو عالم ﷺ نے فرمائی تھی۔

مذکورہ بالا آیت میں جو اصول بتایا گیا وہ بڑا سادہ ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ بھی ہے اور ایک کائناتی حقیقت بھی۔ جب جب مسلمان اپنے نظریے سے مخلص اور با عمل رہے غلبہ انہی کے حصے میں آیا۔ اللہ کی دی ہوئی ایمان کی طاقت دنیا کی ہر طاقت سے بڑی ہوتی ہے۔ لیکن جب ذہن مغلوب ہو جائیں اور نظریے داؤ پر لگ جائیں، اللہ کے لیے جینے مرنے والے زندگی سے پیار اور موت سے نفرت کرنے لگ جائیں تو پھر صرف ذلت ہی ہے جس کا ساتھ ان کو ملتا ہے۔ بہر حال اب بھی وقت ہے:ـ

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

مسلماں کے لیے دنیا و آخرت کی عزت و کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے اللہ کے عطا کردہ نظام عدل و قسط کو پوری جامعیت کے ساتھ اپنایا جائے۔ سیاست معیشت اور معاشرت کے تمام اصول و ضوابط قرآن و سنت کے مطابق بنائے جائیں۔ یہی وہ منزل ہے جو اس امت کو عروج کی طرف واپسی کے سفر میں ملنی ہے۔ اس کے لیے ہر مسلمان اپنے اوپر عائد دینی فرائض کا پوری طرح سے التزام کرے اور مل کر اس دین کی اقامت کی کوشش کی جائے، تو امید واثق ہے کہ یہ امت اپنا کھویا ہوا مقام اور بام عروج حاصل کر پائے گی۔ پھر ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے کہ شمسی سال کا شروع ہونا مبارکباد کا متقاضی ہے یا نہیں، بلکہ چار دانگ عالم میں اسلامی سال کے مطابق اوقات طے کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سر تو کیا دل بھی زمیں پر رکھ دیا — مومنوں نے جب تجھے سجدہ کیا
بندگی لازم تری انسان پر — جھک گئے سارے گدا فرماں روا
ہر طرف گونجے اذاں شام و سحر — ذرے ذرے کا بیاں حمد و ثنا
تیری قدرت کا کرشمہ کائنات — والئ کون و مکاں سب کچھ ترا
چاند سورج رفعتوں کا آئینہ — تیری عظمت کے نشاں ارض و سما
ہے الوہیت کا تیری واسطہ — بخش دے تو عاصیوں کو اے خدا!

(قمرالدین انصاری رازؔ)

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہوا جو عشق میں مفلس وہی زردار ہوتا ہے — کٹائے سر جو الفت میں وہی سردار ہوتا ہے
جو دل کی آنکھ سے دیکھے اسے دیدار ہوتا ہے — جو ان کے در پہ جا سوئے وہی بیدار ہوتا ہے
جو ہو جاتا ہے دیوانہ حبیب حق کی الفت میں — حقیقت میں وہ دیوانہ نہیں ہشیار ہوتا ہے
لٹا کر گھر کو الفت میں کہا صدیق اکبر نے — خریدار محبت کا یہی بیوپار ہوتا ہے
اٹھا کر دین کا جھنڈا کہا فاروق اعظم نے — جھکا کر سر کو قدموں پر علم بردار ہوتا ہے
کہا حسنین سے شیر خدا نے سر کٹا دے جو — مئے عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وہی سرشار ہوتا ہے
مبارک ہو تجھے اقبالؔ پیغام اجل آیا — سنا ہے قبر میں سرکار کا دیدار ہوتا ہے

(اقبالؔ احمد نورانی)

ملفوظاتِ صدرِ مؤسس انجمن خدام القرآن کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف جہاد

اگر کوئی معاشرہ بگڑ گیا ہے اور اس کے رجحانات غلط ہو گئے ہیں تو اس کا ایک دباؤ ہوتا ہے جو انسان کو غلط رُخ کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ ہر شخص کو ذاتی طور پر اس کا تجربہ ہو گا کہ کوئی ہجوم ایک رُخ پر جا رہا ہو تو اُس رُخ پر چلنا بہت آسان ہو جاتا ہے، لیکن اس کے خلاف چلنے کے لیے بڑی مشقت و محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بڑا زور لگا کر آپ دو چار قدم آگے بڑھائیں لیکن اس ہجوم کا ایک ریلا آئے اور وہ آپ کو دھکیل کر پھر دس قدم پیچھے لے جائے۔ لہٰذا اگر معاشرے کا رُخ بے حیائی کی طرف ہے، معاشرہ اللہ کی بغاوت کی طرف چل رہا ہے اور سب لوگ اس حال میں خوش و خرم، مسرور اور مگن ہیں اور وہ اس رخ پر بڑھتے چلے جا رہے ہیں، تو ان میں سے کسی ایک شخص کا اللہ کی طرف رخ کر کے بڑھنا اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا کا اعلان کرنا آسان کام نہیں ہے۔ ایسے شخص کو اس معاشرے کے خلاف شدید جدوجہد کرنی پڑے گی، اور ہو سکتا ہے کہ اسے سب سے پہلے اپنے گھر والوں کے خلاف ہی جہاد کرنا پڑے۔

سورۃ التغابن میں فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ ۚ اے اہل ایمان! تمہاری اپنی بیویوں اور تمہاری اولاد میں تمہارے دشمن موجود ہیں لہٰذا ان سے بچ کر رہو۔ اور پھر یہ کہ مال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ سارا معاملہ گھر سے شروع ہو جائے گا۔ پھر رشتہ داری اور برادری کا معاملہ ہے۔ آپ نے اس معاشرے میں رہنا ہے اور اس کے اپنے غیر اسلامی رسوم و رواج ہیں۔ تو اب برادری اور قبیلے سے کیسے کٹ جائیں؟ اس کا دباؤ ہے۔ اب آپ کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ آسان راستہ تو یہ ہے کہ

زمانہ باتو نہ سازد تو با زمانہ بساز

یعنی اگر زمانہ تمہارے ساتھ موافقت نہیں کر رہا ہے تو تم زمانے کے ساتھ موافق ہو جاؤ اور اسی رنگ میں ڈھل جاؤ۔ اس طرح کھینچا تانی (friction) ختم ہو جائے گی۔ اختلاف اور مزاحمت تو اسی وقت ہوتی ہے کہ لوگ اُدھر جا رہے ہوں اور تم اِدھر آ رہے ہو، لیکن اگر تم نے بھی وہی رخ اختیار کر لیا تو سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ لیکن جس چیز کو جہاد کہا جائے گا وہ یہ ہے کہ

زمانہ باتو نہ سازد تو با زمانہ ستیز

یعنی اگر زمانہ تمہارے ساتھ موافقت نہیں کر رہا ہے تو تم زمانے سے جنگ کرو، اس کے خلاف لڑو، جہاد کرو۔ یہ تھی جہاد فی سبیل اللہ کی پہلی منزل، جس کے تین مراتب یا مدارج (sub stages) ہیں۔

(جہاد فی سبیل اللہ، ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ)

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

امت مسلمہ کے لیے تنبیہات اور آزمائشیں

گزشتہ اقوام پر جو عذاب نازل کیے گئے وہ ظلم کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، شرک میں مبتلا ہو کر، کفر میں مبتلا ہو کر اور دیگر برائیوں میں مبتلا ہو کر۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کی قوم شرک کے علاوہ ہم جنس پرستی کے قبیح فعل کا بھی شکار ہو گئی تھی۔ آج دنیا کے کئی ممالک میں اسے قانونی تحفظ دے دیا گیا ہے، قانون سازی کے تحت اس کو، معاذ اللہ، حلال کر دیا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں شرک بھی تھا اور وہ ناپ تول کی کمی میں بھی مبتلا تھی، جو آج ہمارے ہاں بھی رائج ہے۔ فرعون اور آلِ فرعون نے سیاسی سطح کا بھی ایک جرم کیا تھا۔ شرک تو وہاں پر تھا لیکن قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ چنانچہ یہ معاشی سطح پر، معاشرتی سطح پر، سیاسی سطح پر قوموں کے جرائم کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان جرائم کی وجہ سے عذاب آیا کرتا تھا۔

قوموں کے اعمال اور کردار میں بگاڑ کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ آتی ہے۔ زلزلے دنیا میں ویسے بھی آتے ہیں، بارشیں ویسے بھی ہوتی ہیں لیکن زلزلے قوموں کے کردار کے بگاڑ کی وجہ سے بھی آتے ہیں۔ پتھروں کی بارش قوموں کے کردار کے بگاڑ کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ کسی کے اوپر زلزلہ مسلط ہونا، جیسے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کردار کے بگاڑ کی وجہ سے ہوا، زمین پر اس طرح کی کیفیات مسلط کیے جانے کے یہ سب میٹا فزیکل اسباب ہیں۔ یعنی قوموں کے کردار میں بگاڑ کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آتا تھا۔ اس میں ہمارے لیے رہنمائی کیا ہے؟ اس اُمت مسلمہ کے حوالے سے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا حاصل تو یہ ہے کہ مجموعی طور پر اُمت مٹائی نہیں جائے گی، لیکن چھوٹے چھوٹے عذابوں کا آنا کبھی آزمائش کے طور پر، کبھی تنبیہات کے طور پر جاری رہے گا۔

(میثاق، شمارہ نمبر 11، خطاب جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب، قرآن اکیڈمی لاہور، 13 اکتوبر 2025ء)

پیغام قرآن (پہلی قسط)

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک 1432ھ (مطابق 2011ء) میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں نمازِ تراویح کے دوران دورۂ ترجمۂ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ یہ مبارک سلسلہ نہ صرف سامعین کے قلوب کو منور کر گیا، بلکہ اس کی مکمل ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی، جواب ''پیغامِ قرآن'' کے عنوان سے محفوظ اور دستیاب ہے۔

الحمدللہ! ان ویڈیوز کو سن کر انہیں تحریری صورت میں منتقل کرنے اور ماہنامہ ''آئینہ انجمن'' میں سلسلہ وار شائع کرنے کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ دراصل قرآنِ کریم کے فہم و تدبر کو عام کرنے کی ایک ادنیٰ کوشش ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ اہلِ ایمان اس سے فیض یاب ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ حافظ انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اس علمی و دینی خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اس امانت کو بہترین انداز میں امت تک پہنچا سکیں۔ اللہ رب العالمین اس مبارک کام کو احسن طور پر پایۂ تکمیل تک پہنچائے، اسے ہمارے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، اور اسے قبولیت و برکت سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

سورۃ الفاتحہ آیت: 1 تا 7

نحمده و نصلي على رسوله الكريم اَمَّا بَعْدُ ___ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ﴿۴﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ

محترم حضرات اور معزز خواتین!

آج ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے، اور اسی کی مدد و نصرت کے بھروسے پر دورۂ ترجمۂ قرآن کا آغاز کر رہے ہیں۔

نیت کی اصلاح اور مقصدِ نزولِ قرآن:

سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہم قرآنِ مجید کس نیت سے سن رہے ہیں۔ اس لیے آغاز ہی میں اپنی نیتوں کو خالص کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مجید ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا ہماری نیت یہ ہونی چاہیے، یا اللہ! ہمیں قرآنِ مجید کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔

علم اور ہدایت کا فرق:

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ علم اور ہدایت ایک نہیں ہیں۔ علم بہت سے لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے، لیکن ہدایت انہی کو نصیب ہوتی ہے جنہیں علم کے ساتھ عمل کی توفیق بھی عطا کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ آلِ عمران میں ارشاد فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ [آل عمران: 103]

ترجمہ: ''اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا سکو''۔

ہدایت کن لوگوں کو ملتی ہے؟

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ [المائدة: 16]

ترجمہ : ''اللہ اس (قرآن) کے ذریعے ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں، اور انہیں سلامتی کے راستوں کی طرف لے جاتا ہے''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن سے ہدایت انہی کو ملتی ہے جو اللہ کی رضا کو اپنا مقصد بناتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نیتوں کو خالص کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے قرآنِ مجید کو سنیں۔

قرآن سننے کا مطلوبہ طریقہ :

اللہ تبارک و تعالیٰ سورۃ الزمر میں ارشاد فرماتے ہیں :

الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ‌ؕ [الزمر: 18]

ترجمہ : ''اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر بڑے بہترین طریقے سے اس کی پیروی کرتے ہیں''۔

یعنی وہ اللہ کے کلام کو توجہ سے سنتے ہیں اور پھر احکاماتِ الٰہی پر عمل کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ آئیے! ہم قرآنِ مجید سنتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہیں یا اللہ! ہمیں اپنے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

دعوت و تبلیغ کی نیت :

اپنی نیت میں یہ بات بھی شامل کر لیجیے کہ ان شاء اللہ جو کچھ ہم سنیں گے، جو کچھ سمجھیں گے، اس نورِ قرآن کو دوسروں تک پہنچانے کی بھی کوشش کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ(صحيح بخاری، رقم الحديث: 5027)

ترجمہ : ''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور اسے دوسروں کو سکھائیں''۔

قرآنِ مجید اور جدوجہدِ دین :

فہمِ قرآن کی ایک بنیادی شرط اور پھر ایک نہایت اہم بات، جسے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے تفہیم القرآن کے مقدمے میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب نہیں ہے جسے کسی ٹھنڈے کمرے میں، آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر محض پڑھ لیا جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ ایسا ممکن ہے کہ اس طریقے سے کچھ علم تو حاصل ہو جائے، لیکن قرآنِ مجید سے حقیقی ہدایت اسے ہی ملتی ہے جو میدانِ عمل میں اتر کر وہی جدوجہد کرے. جس جدوجہد کے دوران قرآن نازل ہوا۔

نزولِ قرآن اور عملی جدوجہد :

قرآنِ مجید اس وقت نازل ہوا جب اللہ کے رسول ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لیے سخت ترین جدوجہد کر رہے تھے۔

اس جدوجہد کے دوران مختلف مسائل سامنے آئے، نئے سوالات پیدا ہوئے، پریشانیاں اور آزمائشیں آئیں، مخالفت، تکالیف اور رکاوٹیں پیش آئیں اور قرآنِ مجید آہستہ آہستہ نازل ہوتا رہا ان مسائل کے حل کے لیے، ان سوالات کے جواب دینے کے لیے اور اہلِ ایمان کو حوصلہ، رہنمائی اور استقامت عطا کرنے کے لیے۔

لہٰذا اگر ہم بھی اسی نوعیت کی جدوجہد کریں گے، تو قرآنِ مجید ہمیں یوں محسوس ہوگا کہ یہ ہماری زندگی کے مسائل کا براہِ راست جواب دے رہا ہے، اور ہمارے سامنے آنے والی الجھنوں کا حل پیش کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت کی آخری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں : وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا [العنكبوت: 69]

ترجمہ : ''اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں۔''

دعا برائے جدوجہدِ دین :

لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی دعوت اور اپنے دین کے غلبے کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
ان شاء اللہ اگر ہم یہ جدوجہد کریں گے تو ہمیں قرآنِ مجید سے ہدایت نصیب ہوگی۔

تمہید کے بعد آغازِ ترجمہ :

اب اس تمہیدی گفتگو کے بعد، آئیے ہم ترجمہ قرآن کے باقاعدہ آغاز کی طرف آتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ مجید کے پڑھنے کے بارے میں کچھ آداب بھی سکھائے ہیں۔

آدابِ تلاوتِ قرآن :

(1) تعوّذ — شیطان سے پناہ مانگنا

قرآنِ مجید کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ جب بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کا آغاز کیا جائے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے شیطانِ مردود سے۔

کیونکہ شیطان یہ نہیں چاہتا کہ ہم قرآن مجید پڑھیں، اور اگر پڑھیں تو یہ نہیں چاہتا کہ ہم قرآن سے ہدایت حاصل کریں۔ لہٰذا وہ قرآن پڑھتے وقت وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، توجہ ہٹانے کی کوشش کرتا ہے، اور گمراہ کرنے کی تدبیریں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النحل میں حکم دیتے ہیں :

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ [النحل: 98]

ترجمہ : ''(اے نبی ﷺ!) جب بھی قرآن مجید پڑھیے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیے مردود شیطان سے۔''

لہٰذا قرآنِ مجید کی تلاوت کے آغاز میں یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں مردود شیطان سے۔''

اس کلمے کو تعوّذ کہا جاتا ہے۔

(2) تسمیہ — اللہ کے نام سے آغاز

قرآنِ مجید کا دوسرا ادب یہ ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے اللہ کی مدد اور برکت طلب کی جائے، اور اللہ کے نام کے ساتھ تلاوت کا آغاز کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ العلق کی پہلی آیت میں ارشاد فرماتے ہیں :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ [العلق: 1]

ترجمہ : ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''

لہٰذا قرآنِ مجید کی تلاوت اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کی مدد کے طلب کے ساتھ اور برکت کے حصول کے لیے شروع کی جاتی ہے۔

اس کے لیے جو کلمہ پڑھا جاتا ہے وہ ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام کے ساتھ میں شروع کرتا ہوں۔ وہ ایسی ہستی ہے جس کی رحمت میں جوش ہے اور جس کی رحمت مسلسل ہے۔''

اس کلمے کو تسمیہ کہا جاتا ہے۔

سورۃ الفاتحہ : تعارف، عظمت اور مقام

اب اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم قرآنِ مجید کی پہلی سورت مبارکہ کی طرف آتے ہیں، اور وہ ہے سورۃ الفاتحہ۔ یہ قرآنِ مجید کی پہلی سورت ہے، اور

اسی مناسبت سے اس کا نام ''الفاتحہ'' رکھا گیا ہے۔ الفاتحہ کا معنی ہے۔ کھولنے والی، افتتاح کرنے والی یعنی یہ وہ سورت ہے۔جس سے قرآنِ مجید کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ انگریزی میں اسے یوں کہا جا سکتا ہے The Opening Surah of the Qur'an

صحابہ کرام اور سورۃ الفاتحہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سورۃ مبارکہ سے غیر معمولی محبت تھی۔ اسی محبت اور عظمت کے اظہار کے طور پر وہ اس سورت کو مختلف ناموں سے پکارتے تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علوم قرآن پر عظیم کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول سورۃ الفاتحہ کے پچیس (25) نام ذکر کیے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کے مشہور نام:

ان میں سے چند معروف نام یہ ہیں الفاتحہ، اُمُّ القرآن، اُمُّ الکتاب، الواقیہ، الکافیہ، الحمد، الشکر، الشفاء، الشافیہ، الدعاء۔ یہ تمام نام سورۃ الفاتحہ کے مختلف پہلوؤں اور معانی کو ظاہر کرتے ہیں، اور اس بات کی دلیل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سورت کو کس قدر عظیم سمجھتے تھے۔

سورۃ الفاتحہ کی عظمت و فضیلت:

سورۃ الفاتحہ اور سبع مثانی

اللہ تعالیٰ سورۃ الحجر میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ [الحجر: 87]

ترجمہ: ''اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو سات ایسی آیات عطا فرمائی ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اور عظیم قرآن عطا فرمایا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ان سات بار دہرائی جانے والی آیات سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے، کیونکہ اس کی سات آیات ہیں اور یہ بار بار پڑھی جاتی ہے۔

سورۃ الفاتحہ: نورِ خاص

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ.
(مشكوة المصابيح، رقم الحديث: 2124)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک انہوں نے اوپر سے ایک آواز سنی، تو انہوں نے سر اٹھایا اور فرمایا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایک ایسا فرشتہ ہے جو آج زمین پر نازل ہوا ہے، اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ اس فرشتے نے سلام کیا، اور کہا: آپ کو دو نور عطا کیے جانے کی خوشخبری ہو، جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ایک فاتحۃ الکتاب (سورۃ الفاتحہ)، اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔ آپ ان میں سے جو بھی ایک حرف پڑھیں گے، اس کا اجر آپ کو ضرور عطا کیا جائے گا۔

سورۃ الفاتحہ اور نماز:

سورۃ الفاتحہ نماز کا لازمی جز ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (صحيح البخاری، رقم الحديث: 756)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو قرآن میں سے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے۔''

جماعت کی نماز اور سورۃ الفاتحہ، البتہ یہاں ایک فقہی اختلاف پایا جاتا ہے۔

حنفی مسلک کا موقف:

حنفی فقہ کے مطابق جماعت کی نماز میں امام کی قراءت ہی مقتدیوں کی قراءت شمار ہوتی ہے، مقتدی سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتے، بلکہ خاموشی سے سنتے ہیں۔ اس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر ہے ''امام کی قراءت مقتدیوں کی قراءت ہے۔''

اہلِ حدیث کا موقف:

اہلِ حدیث حضرات کے نزدیک امام بھی سورۃ الفاتحہ پڑھے گا اور تمام مقتدی بھی سورۃ الفاتحہ پڑھیں گے، البتہ اس بات پر تمام مکاتبِ فکر کا اتفاق ہے کہ سورۃ الفاتحہ نماز کا جزوِ لازم ہے۔

سورۃ الفاتحہ اور دعا کا قرآنی اسلوب:

سورۃ الفاتحہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں دعا کا اسلوب اور سلیقہ سکھایا ہے۔ دعا کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ انسان براہِ راست اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت رکھ دے، بلکہ سورۃ الفاتحہ میں جو دعا کا سلیقہ سکھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:

1. سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے۔
2. اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کا بیان ہو۔
3. بندہ اپنی عاجزی اور بے بسی کا اعتراف کرے۔
4. اللہ کے سامنے اپنی بندگی کا اقرار کرے۔
5. اور اس کے بعد اپنی دعا اور مدعا اللہ کے سامنے پیش کرے۔

یہی وہ ترتیب ہے جو سورۃ الفاتحہ ہمیں سکھاتی ہے۔

سورۃ الفاتحہ کا امتیازی اسلوبِ دعا:

البتہ سورۃ الفاتحہ میں دعا کا جو اسلوب سکھایا گیا ہے، وہ پورے قرآنِ مجید میں موجود دیگر دعاؤں کے اسالیب سے بالکل مختلف ہے۔ قرآنِ مجید میں جو دعائیں سکھائی گئی ہیں، وہ عموماً دو اسالیب میں آتی ہیں:

(1) دعائیں بصیغۂ ''قُل''

ایک اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں قُل اور پھر دعا سکھا دی جاتی ہے، مثلاً: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [طٰہٰ: 114] ''اور کہیے اے میرے رب! تو مجھے بڑھا دے علم کے اعتبار سے'' اور فرمایا: وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ [المؤمنون: 118] ''اور کہیے اے میرے رب! بخش دے، رحم فرما، اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔''

(2) نیک بندوں کی دعاؤں کا نقل ہونا

دوسرا اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اپنے کسی نیک بندے یا نیک جماعت کا ذکر کرتے ہیں، اور اسی ذکر کے دوران ان کی دعائیں بھی نقل فرما دیتے ہیں۔

مثلاً سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں عباد الرحمٰن کا ذکر آتا ہے، اور ان کی یہ دعا نقل کی جاتی ہے:

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾ [الفرقان: 66-65]

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب دور فرما، بے شک اس کا عذاب بڑا چمٹنے والا ہے۔ یقیناً وہ ٹھہرنے اور قیام کے اعتبار سے بہت ہی بری جگہ ہے۔''

سورۃ الفاتحہ: دعا کا منفرد انداز

لیکن سورۃ الفاتحہ میں دعا کا معاملہ بالکل مختلف ہے:

- نہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُل، نہ کسی نیک بندے کا ذکر کرکے اس کی دعا نقل کی، بلکہ یہاں تو براہِ راست دعا کے الفاظ شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ سورۃ الفاتحہ دراصل انسانی فطرت کی ترجمان ہے، اور انسان کی فطری پکار کو اللہ تعالیٰ نے خود الفاظ عطا فرمائے ہیں۔

فطرتِ انسانی اور دعا کے الفاظ:

انسان فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے، لیکن اکثر انسان کے پاس عرض کرنے کے الفاظ نہیں ہوتے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآنِ مجید ہمیں ایک اور مقام پر متوجہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعے میں فرماتے ہیں:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ [البقرہ: 37]

''پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحبِ رحم ہے۔''

حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں خطا ہوئی، انہیں شدید ندامت تھی، لیکن اظہارِ ندامت کے لیے الفاظ موجود نہ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے خود انہیں وہ الفاظ سکھائے، اور وہ الفاظ یہ تھے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ [الاعراف: 23]

ترجمہ ''دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

انہی الفاظ کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

سورۃ الفاتحہ: انسان کے لیے عطا کردہ الفاظ

بالکل اسی طرح انسان کی فطرت اللہ کے سامنے جھکنا چاہتی تھی، انسان دعا کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کے پاس کامل الفاظ موجود نہ تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے سورۃ الفاتحہ نازل فرما کر انسان کو وہ الفاظ عطا فرما دیے، جن کے ذریعے وہ اپنے رب سے دعا کر سکتا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کے مضامین کا حسین توازن:

اب ترجمے کے آغاز سے پہلے ایک نہایت خوبصورت علمی نکتہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الفاتحہ پر تقریباً 250 صفحات پر مشتمل مستقل تفسیر لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے سورۃ الفاتحہ کے مضامین کے توازن پر ایک نہایت لطیف بات بیان کی ہے۔

پہلی تین آیات اللہ تعالیٰ کے لیے، آخری تین آیات بندے کے لیے اور درمیانی (چوتھی) آیت آدھی اللہ کے لیے، آدھی بندے کے لیے یعنی عبد اور معبود کے درمیان ایک کامل توازن سورۃ الفاتحہ کے مضامین میں قائم ہے۔ آپ ترجمے میں خود محسوس کریں گے کہ یہ توازن نہایت حسین بھی ہے اور نہایت گہرا بھی، اور یہی وہ تجزیہ ہے جو مولانا آزاد مرحوم نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔

(جاری ہے۔۔۔)

عصرِ حاضر کی نسلِ نو کا فہم :
ایک مفصل سماجی، نفسیاتی اور دینی تحقیقی مطالعہ

فاروق احمد

استاذ قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

تمہید : نسلوں کے مابین خلیج یا تہذیبی تبدیلی

انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ دو نسلوں کے درمیان سوچ، فکر اور رویوں کا فرق ایک فطری عمل ہے۔ افلاطون کے زمانے سے لے کر آج تک، ہر بزرگ نسل نے اپنی بعد میں آنے والی نسل کی بے باکی، روایات سے دوری اور باغیانہ رویوں کا شکوہ کیا ہے۔ لیکن اکیسویں صدی کی پہلی سہ ماہی میں ہم جس صورتحال کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اسے محض ''جنریشن گیپ'' (Generation Gap) کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معاملہ اب صرف عمر کے فرق کا نہیں رہا، بلکہ یہ ایک ''تہذیبی اور فکری پیراڈائم شفٹ'' (Paradigm Shift) ہے۔ ٹیکنالوجی کے طوفان، انٹرنیٹ کی ہمہ گیریت اور گلوبلائزیشن نے انسانی نفسیات کو، بالخصوص پاکستان جیسے روایتی اور ترقی پذیر معاشرے میں، جڑوں سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس تحقیقی مضمون کا مقصد اسی تبدیلی کا گہرا علمی جائزہ لینا ہے تاکہ والدین اور اساتذہ یہ سمجھ سکیں کہ موجودہ نسل محض ''بگڑی ہوئی'' نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ایسی دنیا کی باسی ہے جس کے قوانین اور تقاضے ہمارے ماضی سے یکسر مختلف ہیں۔

حصہ اول : نسلوں کا تاریخی و سماجی ارتقا

کسی بھی گروہ کی اجتماعی نفسیات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس تاریخی اور سماجی پس منظر کا جائزہ لیں جس میں اس کی پرورش ہوئی۔ بیسویں صدی کے وسط سے ماہرینِ عمرانیات (Sociologists) نے نسلوں کی جو درجہ بندی کی ہے، وہ اگرچہ مغربی تناظر میں ہے، لیکن آج کی جڑی ہوئی دنیا (Connected World) میں پاکستان پر بھی پوری طرح صادق آتی ہے۔

سائلنٹ جنریشن اور بے بی بومرز (1946 تا 1964) :

یہ وہ نسل ہے جس نے دوسری جنگ عظیم کے اثرات، تقسیم ہند کی ہولناکیاں اور پاکستان بننے کے ابتدائی کٹھن مراحل دیکھے۔ ان کی نفسیات ''بقا'' (Survival) اور ''تعمیر'' پر مبنی تھی۔ ان کے مزاج میں سخت محنت، نظم و ضبط، قناعت اور اتھارٹی (والدین اور اساتذہ) کا غیر مشروط احترام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے لیے ''استاد کا حکم'' حرفِ آخر ہوتا تھا اور 'کیوں؟' پوچھنا بدتمیزی شمار ہوتا تھا۔ یہ نسل آج ہمارے دادا دادی یا نانا نانی کے روپ میں موجود ہے اور موجودہ دور کی 'آسانیوں' کو اکثر شک کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

جنریشن ایکس اور میلینیلز: (1965 تا 1996) :

یہ درمیانی نسلیں ہیں جنہوں نے ایک ''پل'' (Bridge) کا کردار ادا کیا۔ انہوں نے خطوط سے ای میل، لینڈ لائن سے موبائل فون اور اینالاگ سے ڈیجیٹل دنیا کا سفر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پاکستان میں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ضیاء دور کی سختیاں، جمہوریت کی بحالی اور نائن الیون کے بعد کی تبدیلیاں دیکھیں۔ یہ نسل آج والدین اور اساتذہ کی اکثریت پر مشتمل ہے۔ یہ ایک تذبذب کا شکار ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے جدید دنیا میں ترقی بھی کریں لیکن ساتھ ہی ساتھ ان اقدار کے پابند بھی رہیں جو اب ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ نسل پرانی روایات اور جدید ٹیکنالوجی کے درمیان توازن قائم کرنے کی مسلسل جدوجہد میں ہے۔

حصہ دوم: جنریشن زی اور الفا — ایک نئی نفسیاتی مخلوق

اصل تحقیقی چیلنج وہ نسل ہے جو 1997 کے بعد پیدا ہوئی، جسے جنریشن زی (Gen Z) کہا جاتا ہے، اور اس کے بعد 2013 سے اب تک پیدا ہونے والے بچے جو جنریشن الفا (Gen Alpha) کہلاتے ہیں۔

ڈیجیٹل نیٹوز (Digital Natives) اور دماغی ساخت میں تبدیلی:

یہ وہ بچے ہیں جنہوں نے انٹرنیٹ کے بغیر دنیا کا تصور بھی نہیں کیا۔ جدید نیوروسائنس (Neuroscience) کی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ اسکرین کے بے جا استعمال اور ملٹی ٹاسکنگ نے ان بچوں کے دماغ کی ''وائرنگ'' (Neural Pathways) کو تبدیل کر دیا ہے۔ ان کا دماغ ''فوری تسکین'' (Instant Gratification) کا عادی ہو چکا ہے۔ جس طرح یہ ایک کلک پر کھانا منگوا سکتے ہیں، گوگل پر ایک سیکنڈ میں جواب پا سکتے ہیں، بالکل اسی طرح یہ زندگی کے فیصلوں، کیریئر اور رشتوں میں بھی فوری نتائج کے متقاضی ہوتے ہیں۔ ''انتظار'' اور ''صبر'' کا مادہ ان میں کمزور پڑ چکا ہے، جو ان کی غلطی نہیں بلکہ اس ماحول کا جبر ہے جس میں ان کی پرورش ہوئی۔

ڈوپامائن کلچر اور توجہ کا بحران:

سوشل میڈیا ایپس (ٹک ٹاک، انسٹاگرام، اسنیپ چیٹ) کو نفسیاتی ماہرین کی مدد سے اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ یہ دماغ کے ''ریوارڈ سسٹم'' کو ہیک کر لیں۔ ہر ''لائک''، ''کمنٹ'' اور ''شیئر'' دماغ میں ڈوپامائن (خوشی کا کیمیکل) خارج کرتا ہے۔ یہ بچے ایک طرح کے 'کیمیائی نشے'' (Chemical Addiction) کا شکار ہیں۔ مائیکروسافٹ کی ایک تحقیق کے مطابق، انسانی توجہ کا دورانیہ (Attention Span) کم ہو کر 8 سیکنڈ رہ گیا ہے (جو کہ گولڈ فش سے بھی کم ہے)۔ اسی لیے یہ بچے 40 منٹ کا کلاس لیکچر سننے سے قاصر ہیں، کیونکہ ان کا دماغ مسلسل ''نئی چیز'' (Stimulation) مانگتا ہے۔ جب انہیں بوریت ہوتی ہے تو وہ بے چین اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔

حصہ سوم: پاکستانی تناظر اور زمینی حقائق

مغرب کے نوجوان کے مسائل اپنی جگہ، لیکن پاکستانی نوجوان ایک انتہائی پیچیدہ اور کثیر الجہتی دباؤ (Multidimensional Pressure) کا شکار ہے۔

شناخت کا بحران (Identity Crisis) اور دوہری زندگی:

پاکستانی نوجوان ایک شدید تضاد (Cognitive Dissonance) میں جی رہا ہے۔ جب وہ گھر میں ہوتا ہے تو اسے مشرقی روایات، خاندان کا جوڑ، بڑوں کا ادب اور مذہبی اقدار کی تلقین کی جاتی ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ اپنا فون ان لاک کرتا ہے، اسے مغربی ثقافت کی انفرادی آزادی، ''میری زندگی میرا اصول'' اور گلیمرس لائف اسٹائل اپنی طرف کھینچتا ہے۔ وہ مشرق اور مغرب کے درمیان ''سینڈوچ'' بن چکا ہے۔ وہ نہ تو مکمل طور پر والدین جیسا بننا چاہتا ہے اور نہ ہی مغرب جیسا بن سکتا ہے۔ یہ ذہنی کشمکش اسے باغی اور کنفیوزڈ بنا رہی ہے۔

معاشی مایوسی اور تعلیمی نظام سے بیزاری:

ہمارا فرسودہ تعلیمی نظام آج بھی 19 ویں صدی کے ''فیکٹری ماڈل'' پر چل رہا ہے جس کا مقصد صرف اطاعت گزار کلرک پیدا کرنا تھا، جب کہ آج کا بچہ ''آرٹیفیشل انٹیلی جنس'' (AI) کے دور کا باسی ہے۔ جب ایک ذہین طالب علم دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی ڈگریاں لینے والے نوجوان دھکے کھا رہے ہیں، مہنگائی نے کمر توڑ دی ہے اور ملک میں سیاسی استحکام نہیں، تو وہ مایوسی (Hopelessness) کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ سوال کہ ''پڑھنے کا کیا فائدہ؟'' دراصل اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کی عکاسی ہے۔ وہ ڈگری کے بجائے شارٹ کٹ اور آن لائن کمائی (Freelancing/Crypto) کی طرف بھاگتا ہے، جسے والدین اکثر ''آوارہ گردی'' یا ''وقت کا ضیاع'' سمجھتے ہیں۔

صنفی کشمکش اور الگورتھم کی جنگ:

ایک اور خطرناک رجحان ''صنفی تقسیم'' (Gender Divide) ہے۔ سوشل میڈیا کے الگورتھمز لڑکوں اور لڑکیوں کو دو الگ الگ دنیاؤں میں قید کر

رہے ہیں۔ لڑکوں کو ایسے مواد کی طرف دھکیلا جا رہا ہے جو ''انتہا پسندانہ مردانگی'' (Toxic Masculinity) سکھاتا ہے، جب کہ لڑکیوں کو ''ریڈیکل فیمنزم'' کی خوراک دی جا رہی ہے جو خاندان کے ادارے سے متنفر کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ شادی اور خاندان کا ادارہ کمزور ہو رہا ہے، اور نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کو شریکِ حیات کے بجائے حریف سمجھنے لگے ہیں۔

حصہ چہارم: ذہنی صحت اور دینی تشکیک کا طوفان

یہ دو ایسے پہلو ہیں جن پر ہمارے معاشرے میں بات کرنا ممنوع سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ آگ کی طرح پھیل رہے ہیں۔

ذہنی صحت کا پوشیدہ بحران (The Silent Pandemic):

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ''انزائٹی'' اور ''ڈپریشن'' کا شکار ہے۔ اس کی بڑی وجہ سوشل میڈیا پر دوسروں کی 'کمال زندگی'' (Highlight Reels) دیکھ کر پیدا ہونے والا احساسِ کمتری ہے۔ یہ بچے بظاہر ہزاروں دوست رکھتے ہیں لیکن اندر سے انتہائی تنہا (Lonely) ہیں۔ جب یہ اپنی اداسی کا ذکر والدین سے کرتے ہیں تو اکثر جواب ملتا ہے کہ ''یہ صرف دین سے دوری ہے'' یا ''تم ناشکرے ہو''۔ یہ رویہ انہیں مزید تنہائی کے خول میں بند کر دیتا ہے، اور خدانخواستہ خودکشی کے رجحانات جنم لیتے ہیں۔

الحاد اور دینی سوالات:

انٹرنیٹ نے الحادی (Atheistic) افکار کو ہر بچے کی پہنچ میں کر دیا ہے۔ آج کا نوجوان خدا کا منکر نہیں ہے، لیکن وہ روایتی انداز اور بغیر دلیل سے مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ سوال کرتا ہے کہ ''اگر اللہ رحیم ہے تو دنیا میں اتنا ظلم کیوں ہے؟'' بد قسمتی سے، ہمارے پاس ان فلسفیانہ سوالات کے منطقی جوابات دینے کے بجائے انہیں ''خاموش'' کرانے کا رواج ہے۔ یہ جبر انہیں دین سے مزید دور کر رہا ہے۔ وہ روحانیت چاہتے ہیں، لیکن وہ اسے منطق کے پیمانے پر پرکھنا چاہتے ہیں۔

حصہ پنجم: راہِ نجات — نبوی ﷺ اسلوب اور جدید حکمتِ عملی

مرض کی تشخیص کے بعد، اب ہم علاج کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس صورتحال کا مقابلہ طاقت یا جبر سے نہیں، بلکہ ''حکمت، محبت اور مکالمے'' سے ہی ممکن ہے۔

سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی:

نبی کریم ﷺ کا نوجوانوں کے ساتھ معاملہ ہمیشہ ''شفقت اور اعتماد'' کا رہا۔

مکالمہ (Dialogue): جب ایک نوجوان نے زنا کی اجازت مانگی، تو آپ ﷺ نے غصہ کرنے کے بجائے اسے قریب بٹھایا اور منطقی سوالات (کیا تم اپنی ماں/بہن کے لیے یہ پسند کرو گے؟) کے ذریعے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑا۔ آج ہمیں بھی نوجوانوں کے ''چبھتے ہوئے سوالات'' کو اسی تحمل سے سننا اور جواب دینا ہوگا۔

اعتماد (Trust): آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو 18 سال کی عمر میں لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ نوجوانوں کو ذمہ داری دیں، ان پر اعتماد کریں، وہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوائیں گے۔

جدید نفسیاتی ماڈل: The 3-C Strategy

والدین اور اساتذہ کے لیے ماہرینِ نفسیات نے ایک بہترین ماڈل پیش کیا ہے:

Connection تعلق: سنہری اصول یاد رکھیں: ''Connection before Correction''۔ جب تک آپ کا بچے کے ساتھ جذباتی تعلق مضبوط نہیں، آپ کی نصیحت اس کے لیے صرف 'شور' ہے۔ روزانہ کم از کم 20 منٹ بغیر موبائل کے بچے کی باتیں سنیں، اسے سمجھیں اور اس کے دوست بنیں۔

Curiosity تجسس: بچے کی غلطی پر فوری ردعمل دینے کے بجائے تجسس اپنائیں۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' پوچھنے کے بجائے پوچھیں،

''بیٹا! اس فیصلے کے پیچھے آپ کی کیا سوچ تھی؟'' یہ انداز اسے دفاعی پوزیشن سے نکال کر سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

Compassion ہمدردی: ان کی غلطیوں پر سخت گرفت کے بجائے یہ سوچیں کہ ان کا ماحول ہمارے ماحول سے کتنا زیادہ زہریلا ہے۔ یہ ہمدردی آپ کے لہجے کو نرم اور اثرانگیز بنا دے گی۔

تعلیمی اور گھریلو سطح پر عملی اقدامات:

گھر کا ماحول: گھر میں ''نو اسکرین زون'' (No Screen Zone) قائم کریں (مثلاً دسترخوان پر)۔ والدین خود بھی موبائل کا استعمال کم کریں تاکہ رول ماڈل بن سکیں۔

دین کی پیشکش: دین کو ''خوف اور سزا'' کے بجائے ''محبت، عدل اور مقصدِ حیات'' کے طور پر پیش کریں۔ انہیں بتائیں کہ اسلام کس طرح ماڈرن دور کے ڈپریشن اور بے سکونی کا حل پیش کرتا ہے۔

کیریئر کونسلنگ: بچے کو اپنی ادھوری خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اس کے قدرتی رجحان (Passion) کو پہچانیں اور اس میں اس کی مدد کریں۔

حرفِ آخر:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جنریشن زی اور الفا کوئی فتنہ یا مسئلہ نہیں ہیں، بلکہ یہ امتِ مسلمہ اور پاکستان کا سب سے قیمتی اثاثہ اور ''امکان'' (Potential) ہیں۔ یہ ذہین ہیں، ٹیکنالوجی کے ماہر ہیں اور دنیا کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ان کا مسئلہ صرف ''سمت'' (Direction) کا فقدان ہے۔ والدین اور اساتذہ کو اپنی روایتی نشست سے اٹھ کر ان کی ذہنی سطح پر آنا ہوگا۔ ہمیں حاکم کے بجائے ''مینٹور'' (Mentor) اور رہنما بننا ہوگا۔ اگر ہم نے حکمت، بصیرت اور جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی انگلی تھام لی، تو یہی نسل مستقبل میں اسلام اور پاکستان کی بقا اور ترقی کی ضامن بنے گی۔ بصورت دیگر، نسلوں کا یہ فاصلہ ایک ایسی گہری کھائی بن جائے گا جسے پھر کوئی پل عبور نہیں کر سکے گا۔

دورہ مدارس

(برائے رجوع الی القرآن طلبہ پارٹ 02)

بحمد اللہ (انجمن خدام القرآن) کے تحت ذیلی اداروں میں رجوع الی القرآن کورس جاری ہے پارٹ 02 کے طلبہ (حضرات) کو ہر سال مدارس کا دورہ کروایا جاتا ہے اس مرتبہ بھی دورہ کروایا گیا۔

03 دسمبر 2025 بروز بدھ کو مدارس کا دورہ کیا گیا، سفر کا آغاز 8:30 پر قرآن اکیڈمی یاسین آباد سے ہوا۔ سفر کے آغاز میں دعا اور آدابِ سفر بتائے گئے۔ طے شدہ پروگرام کے تحت دار العلوم کراچی پہنچے جہاں پر قاری شیخ حبیب الرحمن صاحب نے آنے والے شرکا کا استقبال کیا اور ادارے کا تعارف پیش کیا اور دار العلوم کراچی کے مختلف شعبہ جات کا دورہ کروایا، واپسی پر شرکا کی چائے بسکٹ سے تواضع بھی کی گئی۔ پھر 12:30 پر جامعہ بیت السلام کی جانب سفر کا آغاز کیا گیا۔ دورانِ سفر شرکا باہم گفتگو میں مشغول رہے سفر کی طوالت کے باعث طلباء کرام نے باری باری قرآن کریم کی تلاوت کا بھی اہتمام کیا جو قابل تحسین ہے۔

جامعہ بیت السلام 01:30 بجے تک پہنچے وہاں پر قاری بشیر احمد صاحب نے تمام شرکا کا استقبال کیا وہاں پہنچ کر سب سے پہلے نماز ظہر ادا کی گئی بعد ازاں جامع کی طرف سے ظہرانہ پیش کیا گیا اور انہیں جامعہ بیت السلام کا وزٹ کروایا گیا، مختلف شعبہ جات کا تعارف بھی تفصیل سے کروایا اور شرکا کی جانب سے پوچھے جانے والے سوالات کے بہترین انداز میں تشفی بخش جوابات بھی دیے گئے۔ جامعہ میں موجود ایڈیٹوریم بھی شرکا کو دکھایا گیا، نماز عصر کے بعد، شکر و اطمینان کے جذبات کے ساتھ واپسی کا سفر اختیار کیا گیا۔ دورانِ سفر شرکا نے اس دورہ پر اپنے تاثرات پیش کیے اور مجموعی طور پر جامعات کے تحت جاری سرگرمیوں کو سراہا۔

علامہ اقبال کی حیات و خدمات (آخری قسط)

مولانا حبیب اللہ امجد

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی، واستاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

(3) تیسرا عنصر : عرفانِ نفس اور خودی

اقبال کے نزدیک ''خودی کا تصور'' کیا ہے۔ سب سے پہلے اس کو سمجھنا ہے۔ ایک مرتبہ یوسف سلیم صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے براہ راست سوال کیا۔ آپ کے فلسفہ خودی کا ماخذ کیا ہے، چونکہ آپ کے ہاں خودی کا فلسفہ صوفیائے کرام اور قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اس لیے میں نے خاص طور پر یہ بات آپ سے پوچھی۔ فرمایا کہ یہ آیتِ استحکام خودی پر دال ہے : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (المائدۃ: 105)

مفہوم : اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو، تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سب کو اللہ کے پاس واپس جانا ہے۔ اور وہ تمہیں اعمال پر مطلع کرے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)۔

(روزگارِ فقیر، صفحہ نمبر : 183)

گویا کہ اقبال کے نزدیک ''خودی'' کا تصور یہ ہے کہ خالق و مخلوق کے درمیان حجاب حائل ہے، اس کو دور کرو۔ اس کے بعد مقام مراقبہ سے نکل کر مقامِ مشاہدہ میں پہنچو۔ یہاں تک کہ مقامِ غیب سے صدائے سروش آئے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر: 30 - 27)

ترجمہ : (البتہ نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ) اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے۔ اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تو اس سے راضی ہو، اور وہ تجھ سے راضی۔ اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اسی مقام و کیفیت کو اقبال نے اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے۔ ؎

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا دو

اقبال کے نزدیک انسانی شخصیت کی اصل تعمیر، منت کش خودی ہے۔ جب تک انسان اپنی ذات کو نہ پہچانے، اور اپنے من میں ڈوب کر رب کی رسائی کی کوشش نہ کرے اس وقت تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ ؎

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

اقبال کے نزدیک اصل زندگی کونسی ہے :

اقبال کے نزدیک اصل زندگی وہ ہے جس کا دل ''لمعۂ خودی'' سے پر نور ہو۔ جس دل میں سوز خودی موجود نہیں وہ دل بے سوز و ساز ہے۔ اس کا وجود بے کیف و رنگ ہے۔ جس دل میں سوزِ خودی موجود ہے وہ فقر میں بھی شاہ ہے اور جس دل میں نہیں ہے وہ شاہ بھی فقر ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ ؎

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سَنجر و طغرل سے کم شِکُوہِ فقیر
خودی ہو زندہ تو دریائے بے کراں پایاب
خودی ہو زندہ تو کُہسار پرنیان و حریر
نہنگِ زندہ ہے اپنے مُحیط میں آزاد
نہنگِ مُردہ کو موج سراب بھی زنجیر

ے

خودی کا سرِّ نہاں لاالہ الااللہ
خودی ہے تیغ، فِساں لاالہ الااللہ

ے

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز

چوتھا عنصر: اقبال کا انداز شاعری

یہ وہ عنصر ہے جس نے اقبال کو پوری دنیا کے سامنے آشکار کروایا۔ وہ ہے ''شاعری کے نت نئے انداز'' افکار کی جولانی قلب و فکر کی اضطرابی۔ قوم وملت کا درد جس کوانھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے پوری دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح منور کیا۔ جب قلب و جگر میں سوز ہو۔ علم و عمل میں اشتراک ہو۔ تو قلم میں روانی اور زبان میں تاثیر پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اسی قلب مضطر سے جب اقبال نے سوز نہاں کو عیاں کیا تو ہر دل، ہر قلب متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکا۔ دراصل بات یہ ہے کہ اقبال کے کلام میں یہ تاثیر آیا کہاں سے یہ گداز اور تاثیر پیدا ہوئی کیسے اس کی سب سے بڑی وجہ ''لذت سحر گاہی ہے'' سالوں سال سے اقبال لذت سحر گاہی سے مخمور ہوتے رہے۔ جب دنیا سو رہی ہوتی ہے تو اقبال سحر خیزی میں ہوتا ہے۔ اپنے رب کے حضور سر بسجود ہو کر آہ و زاری کرتا ہے۔ اسی راز پنہاں کو انھوں نے اس طرح بیان کیا۔ ے

جب عشق سِکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کُھلتے ہیں غلاموں پر اَسرارِ شہنشاہی
عطّارؔ ہو، رومیؔ ہو، رازیؔ ہو، غزالیؔ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اقبال کی سحر خیزی کبھی ان سے چھوٹے نہیں، چاہے حضر ہو یا سفر، مشرق کی حیاداری ہو یا مغرب کی بے حیائی۔ ے

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھُوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحَر خیزی

صرف یہی نہیں کہ وہ اس سحر خیزی سے آخر عمر تک لطف اندوز ہوتے رہے، بلکہ رب کے حضور انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ آخری سانس تک مجھ سے یہ نعمت نہ چھیننا۔ ے

نہ چھین لذت آہ سحرگہی مجھ سے
نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز

یہی نہیں کہ اقبال خود اس کے فیضیاب ہوتے رہے، بلکہ یہ تمنا بھی دل میں موجزن رہا۔ جو لذت سحر گاہی مجھے عطا ہو۔ اسے تو ہر جوان کے دل میں موجزن کر، تاکہ ہر جوان تیرے دین کے لیے سر فروشی کا کردار ادا کرے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب بندہ اپنا تعلق اللہ کے ساتھ جوڑ دے، اور اس

کا قریب ترین راستہ یہی ہے کہ لذت سحر گاہی سے آشنائی ہو۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے
تو ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

بیسویں صدی کی مادی دور میں اقبال نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ آج کل کے نوجوانوں کے ہاتھوں میں شمشیر و سنان، قلم و قرطاس کے بجائے رباب و مزامیر ہیں، سحر خیزی کے بجائے شب گیری ہے، خود و عمامہ کے بجائے کج کلاہ ہے۔ راتیں سحر خیزی کے بجائے رنگ و سرود کی محفلوں میں گزرتی ہیں، اس کے باوجود اقبال نے اپنے رب سے ناامید نہیں بلکہ پر امید ہیں۔ ـــہ

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹّی بہت زرخیز ہے ساقی

اقبال کی شخصیت کی تخلیق، اور عناصر اربعہ کی ترکیب دراصل مدرسہ یزدانی کی فیض و تربیت کے نتائج ہیں، جس نے اقبال کو مضبوط عقیدہ، راسخ العقیدہ، سلیم الفکر، عمل پیہم عطا کیا۔ انہی عناصر اربعہ نے محمد اقبال کو حکیم الامت علامہ محمد اقبال بنایا۔ اسی فیض و کرم کا نتیجہ ہے کہ اقبال اوج ثریّا تک پہنچنے کے باوجود ان کی عاجزی فروتنی اور انکساری میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ جس کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں: ـــہ

اقبالؔ بھی 'اقبال' سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں، واللہ نہیں ہے

اقبال اپنی شاعری میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو پیر کامل تسلیم کرتے ہیں۔ اقبال کو یورپ کی مادی و عقلی بے روحی اور بے قرار معاشرہ سے واسطہ پڑا۔ اس لیے سکون قلبی کی تلاش میں اور اضطرابی ماحول سے نکلنے کے لیے راہ تلاش کرتے رہے۔ جب فکری اور روحی آئینہ رومی میں دیکھا تو مولانا روم کو مرشد جان کر ان کی کامل اتباع کرنے لگے۔ اقبال یورپ کی عقل و خرد کی گتھیوں میں الجھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ اس بات کا ادراک کر چکے تھے اس کا حل صرف آتش روم کے سوز و گداز میں پنہاں ہے۔ اس بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ ''میری نگاہ فکر اسی فیض سے روشن ہے اور آج تک اسی کا احسان مند ہوں۔'' ـــہ

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فُسوں
اُسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اُسی کے فیض سے میرے سبُو میں ہے جیحوں

ـــہ

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہُوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف

ـــہ

نہ اُٹھا پھر کوئی رومیؔ عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

یہی وہ عناصر اربعہ ہیں جن سے اقبال کو فکری بالیدگی ملی ہے اور آتش رومی ہے جس نے مضبوط عقیدہ، قومی ایمان اور ہمت فولادی عطا کی ہے۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

آرزوؤں کا سمندر

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

انسان بچپن سے بڑھاپے تک بہت سی خواہشات اور آرزوئیں خود سے رکھتا ہے اور دوسروں سے بھی امیدیں رکھتا ہے، ان میں سے بعض خواہشات پوری ہو جاتی ہیں اور بعض ادھوری رہ جاتی ہیں۔ جو پوری ہوتی ہیں اس پر انسان خوش ہوتے ہیں اور اگر آرزوئیں ادھوری رہ جائیں تو افسوس کرتے ہیں۔ ہماری دنیاوی خواہشات کا کوئی کنارہ اور کوئی سرحد نہیں۔ انسان ایک کے بعد ایک آرزوئیں دل میں بسائے چلا جاتا ہے یہ سوچے سمجھے بغیر کہ یہ خواہشات جو ہم دل میں سجا رہے ہیں ان کا کوئی مستقل فائدہ بھی ہے یا نہیں یا بس ایک وقتی نفع؟ نہیں ہم میں سے کسی کے پاس یہ سب سوچنے کا وقت ہی کہاں ہے۔ بس خواہشات کا ایک سمندر ہے جو بہتا چلا جا رہا ہے۔ آرزوؤں کا سیلاب ہے جو انسان کو صبح و شام دنیا کے جال میں پھنسائے رکھتا ہے۔ کاش یہ ہو جائے، کاش وہ ہو جائے۔ ہائے کاش وہ مل جائے، ہائے کاش میں یہ بن جاؤں وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب تو وہ خواہشات اور آرزوئیں ہیں جو ہم انسان زندہ ہوتے ہوئے کرتے ہیں۔ یہ جانے بغیر کہ ہمارے لیے یہ ٹھیک بھی ہے یا غلط؟

لیکن !!!!

کیا آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ہماری کچھ ایسی آرزوئیں ہمیں بتاتا ہے جو مرنے کے بعد ہم انسان کریں گے، لیکن ظاہر ہے یہ سب آرزوئیں پوری نہیں ہو پائیں گی، کیونکہ ہم مر چکے ہوں گے۔ اور ہمیں دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہوگی اور ہم صرف ''کاش'' کرتے رہ جائیں گے۔

قرآن مجید نے ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے اور خواب غفلت سے جگانے کے لیے کیسی آرزوئیں ہمیں بتائی ہیں تاکہ ہم اپنی اصلاح دنیا ہی میں کر لیں ورنہ آخرت میں نقصان ہی نقصان ہے:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا [النباء: 40] ترجمہ: اے کاش! میں مٹی ہوتا۔

قیامت کے دن حساب و کتاب کا ایسا خوفناک عمل شروع ہوگا کہ انسان پکار اٹھے گا کہ ہائے کاش میں ''مٹی'' ہوتا۔ تاکہ دنیا میں کیے گئے میرے کاموں کا آج یوں امتحان نہ لیا جا رہا ہوتا۔ کاش میں مٹی کا وہ حقیر ذرہ ہوتا جو پیروں میں روندا جاتا ہے۔ کاش میں وہی مٹی ہوتا لیکن آرزو پوری نہیں ہوگی، کیونکہ مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ [الفجر: 24] ترجمہ: اے کاش! میں نے اپنی (اخروی) زندگی کے لیے کچھ کیا ہوتا۔

ہم دنیا میں رہ کر بس دنیا ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ مال و دولت یہ جاہ و حشمت سب ایک دن دھرا رہ جائے گا اور ہم اکیلے تنہا اپنی قبر کی طرف لے جائے جائیں گے۔ ہم نے دنیا میں رہ کر بس زیادہ جینے، زیادہ کھانے، زیادہ پہنے، زیادہ آسائشوں کی خواہش کی لیکن حقیقت میں ہمیں اخروی زندگی یعنی ہمیشہ کی زندگی کے لیے آرزو کرنی چاہیے تھی۔ اب تو کچھ بھی نہیں۔ دنیا کے لیے سب کیا وہ تو دنیا میں ہی چھوڑ دیا۔ قرآن بتاتا ہے کہ اے انسان! تو یہ خواہش تب کرے گا جب اس قابل نہ ہوگا کہ کچھ کر سکے، اب مہلت وقت ختم ہو چکی ہے۔

پھر ارشاد ہوا: يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ [الحاقة:26] ترجمہ: اے کاش مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا۔

قیامت کے دن جب سخت پوچھ گچھ ہوگی تو انسان خواہش کرے گا کہ ہائے کاش ہمارا نامہ اعمال ہمیں دیا ہی نہ جاتا۔ نامہ اعمال میں دنیا کے وہ سب کالے سانپ ہوں گے، جنہیں ہم نے خود دودھ پلا پلا کر پالا پوسا ہوگا اور قیامت کے دن یہی الفاظ یہی اعمال اور یہی ظلم ہمیں ڈسے گا اور ہم پکار

اٹھیں گے کہ ہائے کاش نامہ اعمال ہمیں نہ دیا ہوتا، لیکن ظاہر ہے اب خواہش پوری نہیں ہوگئ۔

ایک اور جگہ فرمایا: يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا [الفرقان: 28] ترجمہ: اے کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔

انسان قیامت کے دن اپنے سیاہ نامہ اعمال اور اپنے ان لوگوں کو دیکھے گا جن کی دوستی پر وہ فخر کرتا تھا، مگر آج اس دوستی نے اسے ذلیل و رسوا کردیا۔ جب انسان کہے گا کہ ہائے کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا لیکن تب کچھ بھی نہیں ہوسکے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا [الاحزاب: 66] ترجمہ: اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

آج دنیا میں ہم سے شاید ہی کسی کی خواہش ہو (الا ماشاء اللہ) کہ کاش ہم اپنی زندگیوں کو اتباع رسول کے تابع بنائیں تاکہ ہم اللہ کے محبوبین بندوں میں سے ہوجائیں۔ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری والے بندے بن جائیں تاکہ ہم روز آخرت سرخرو ہوسکیں۔ نہیں کسی کی بھی ایسی خواہش کوئی نہیں ہے، بلکہ دل اس طرف راغب ہی نہیں، لیکن رب تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اس دن انسان چیخ اٹھے گا اور کہے گا کہ ہائے کاش میں اللہ اور اس کے رسول کا تابع فرماں ہوتا۔

ایک اور جگہ ذکر فرمایا: يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا [الفرقان: 27] ترجمہ: اے کاش میں رسول کا راستہ اپنا لیتا۔

انسان روز قیامت چلا اٹھے گا کہ ہائے کاش مجھ تک جب رسول اللہ کی تعلیمات پہنچیں تھیں تو کاش میں عمل کرتا۔ کاش وہی طریقہ اپنا لیتا جو میرے پیارے نبی ﷺ کا بیان کردہ ہے۔ مگر اب جب کہ وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوگا اپنا انجام اس لیے چلا اٹھے گا کہ ہائے کاش میں اپنے رسول ﷺ کا راستہ اپنا لیتا۔

ایک اور جگہ فرمایا:

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا [الکھف: 42] ترجمہ: اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔

کافر اس دن کہے گا، اپنا ماتھا پیٹے گا، روئے گا اور آرزو کرے گا کہ صرف چند لمحات دے دیے جائیں اور مجھے دنیا میں بھیج دیا جائے، تاکہ میں تجھ پر ایمان لے آؤں اور کسی کو تیرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤں مگر یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ کفار اس دن شرک کی نجاست اپنے بدن پر لپیٹے جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسوائی ان کا مقدر بنادی جائے گی۔

ایک اور جگہ فرمایا:

يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [الانعام: 27] ترجمہ: اے کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔

رب تعالیٰ فرمارہا ہے کہ یہ سب خواہشیں انسان کرے گا۔ بے شک رب کا فرمان سچا ہے۔ اٹل ہے اس میں کسی قسم کا کوئی جھول نہیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ ہوکر رہے گا۔ رب تعالیٰ کیسے ہم پر مہربان ہیں کہ ہمیں مرنے کے بعد کی آرزوئیں سمجھارہے ہیں تاکہ ہم زندگی میں ہی اپنی اصلاح کرلیں اور فضول آرزوئیں اور خواہشات ہمیں ہمارے مقصد سے نہ روک سکیں۔

آئیے!!

اپنی آخرت کے لیے کچھ مانگیں: کچھ ایسی آرزوئیں جن کی ہمیں اس اخروی زندگی میں سخت ضرورت ہوگی۔

اپنی قبر کے لیے کچھ مانگیں: کچھ ایسی خواہشیں جن کا ساتھ قبر میں ہمیں تکلیف سے نجات دے گا۔

اپنی جنت کے لیے کچھ مانگیں: کچھ ایسی خواہشیں جو جہنم سے چھٹکارہ دلا کر ہمیں ابدی راحت دے گی۔

اے اللہ! ہم ایسی تمام آرزوؤں سے پناہ مانگتے ہیں جو ہمیں دنیا کی الجھنوں میں ڈال دیں اور ہم سے ہماری آخرت چھین لیں۔ اے اللہ! ہم ایسی تمام آرزوؤں سے پناہ چاہتے ہیں جو قیامت کے دن انسان مانگے گا مگر وہ پوری نہ ہوسکیں گی۔ آمین، یارب العالمین

سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ (دوسری قسط)

امین اللہ معاویہ

فاضل جامعہ الصفہ، ومعاون شعبہ تصنیف وتالیف قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے، اور اسی کاملیت و جامعیت کی بنا پر اسے ابدیت حاصل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے ذریعے اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو انسانی ہدایت کے اعتبار سے مکمل بھی ہے اور مقبولِ الٰہی بھی: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدة: 3] چنانچہ ہر انسان کی نجات اسی دین کی اتباع و پیروی میں مضمر ہے۔ اور جب اسلام باقی رہنے والا دین ہے تو لازماً اس کا قانون، اس کی تعلیمات اور اس کے احکام بھی باقی رہیں گے۔ ان سب کا بنیادی ماخذ قرآنِ مجید ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ضمانت عطا فرمائی: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ [القيامة: 17] اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جس طرح اسلام کو دوام حاصل ہے، اسی طرح اس کے قوانین واحکام اور اس کے بنیادی مصادر کو بھی قیامت تک بقا حاصل ہے۔

بعثتِ انبیا کی ضرورت اور اس کی حکمت:

لیکن اگر محض اسلام اور اس کے احکام ہی انسانی ہدایت کے لیے کافی ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیا کو مبعوث نہ فرماتا۔ دراصل آسمانی دنیا اور زمینی دنیا کے درمیان ایک واسطے کی ضرورت تھی — ایسی پاکیزہ ہستی کی ضرورت، جو جسمانی اعتبار سے زمینی دنیا سے تعلق رکھتی ہو، مگر جس کی فکر، روحانیت اور نسبت آسمان سے جڑی ہوئی ہو، جو وحیِ الٰہی کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ حاصل کرے اور اسے صحیح طور پر لوگوں تک پہنچائے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیا اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اس لیے اس کی نیابت کا اشارہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشادِ مبارک میں فرما دیا:

وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (سنن ابي داود، رقم الحديث: 3641) ''اور علما انبیا کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا، بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا''۔ یہی اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت ہے کہ نبوت کے اختتام کے بعد سے لے کر آج تک، ہر دور میں علمائے ربانیین، مصلحین اور مجددین موجود رہے ہیں، اور ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہیں گے۔ وما ذلك على الله بعزيز

شخصیات کے مطالعے میں ایک ضروری تنبیہ:

جو شخص چاہے، وہ تاریخ کے اوراق الٹ پلٹ کر ان حضرات کی سیرت و سوانح اور ان کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں سے واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی بھی عظیم شخصیت کے مطالعے سے پہلے چند بنیادی اور اہم باتوں کی طرف توجہ نہایت ضروری ہے — ایسی باتیں جن سے عموماً غفلت برتی جاتی ہے، اور نتیجتاً فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ (اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ ذٰلِكَ)

انہی نہایت اہم نکات کی طرف مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب ''تاریخِ دعوت و عزیمت'' کے پیش لفظ میں بڑی تفصیل سے اشارہ کیا ہے، جن کا خلاصہ آگے بیان کیا جا رہا ہے۔

مطالعۂ شخصیات کے بنیادی اصول:

کسی بھی علمی، دینی یا تاریخی شخصیت کے حالات و خدمات کو جانچنے کے لیے چند بنیادی اصولوں کو پیشِ نظر رکھنا ناگزیر ہے:

کسی شخصیت کے حالات معلوم کرنے میں سب سے پہلے خود اس کی تصنیفات واقوال یا اس کے رفقا، تلامذہ اور معاصرین کی تحریروں کو ترجیح دی جائے۔ اگر یہ ذرائع میسر نہ ہوں تو بعد کے مستند ماخذ پر اعتماد کیا جائے۔

ہر شخصیت کو اس کے اپنے زمانے کی ضروریات، تقاضوں اور میدانِ عمل کے تناظر میں پرکھا جائے، کیونکہ اگر اسے کسی دوسرے زمانے یا مختلف ماحول کے معیار پر جانچا جائے تو بعید نہیں کہ عظیم سے عظیم شخصیت بھی ناکام نظر آنے لگے۔

محض علمی کمالات پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ اس کے باطنی، روحانی اور اخلاقی پہلو پر بھی گہری اور سنجیدہ نظر رکھی جائے۔

تیرہویں صدی ہجری اور منصب امامت :

تاریخ پر گہری نظر رکھنے والوں کے لیے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ تیرہویں صدی ہجری میں دنیائے اسلام جس عالمگیر دینی، اخلاقی اور سیاسی انحطاط سے دوچار تھی، وہ کسی اچانک حادثے کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ یہ زوال ایک طویل تاریخی عمل کے تحت تدریجاً پیدا ہوا تھا، جس کی جڑیں ماضی بعید میں پیوست تھیں۔ خلاصہ یہ کہ اس دور میں عالمِ اسلام مجموعی طور پر زوال و انحطاط کا شکار تھا۔ اگرچہ ابتدا ہی سے عالمِ اسلام کے مختلف گوشوں میں وقتاً فوقتاً مصلحین اور مجددین پیدا ہوتے رہے، جن کے ذریعے مسلمانوں میں زندگی کی رمق اور بیداری کی کیفیت پیدا ہوئی، عقائد واعمال کی اصلاح ہوئی، بعض مقامات پر جہاد کے میدان بھی آراستہ ہوئے، اور منظم و صالح جماعتیں بھی وجود میں آئیں، لیکن اس سب کے باوجود مسلمانوں میں عالمگیر بیداری پیدا نہ ہو سکی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت :

مذہبی حالت : چونکہ ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں اسلام ایک طویل سفر طے کر کے ایران و افغانستان کے راستے پہنچا تھا، اس لیے وہ اپنی بہت سی تازگی اور اثر پذیری کھو چکا تھا۔ نتیجتاً ایک عرصے بعد مسلمان رفتہ رفتہ شرکِ جلی کا شکار ہونے لگے۔ سنت اور شریعت محض بے معنی الفاظ بن کر رہ گئے، قرآنِ مجید کو ایک پیچیدہ معمہ سمجھ لیا گیا، اور فرائض و عبادات سے غفلت عام ہو گئی۔

اخلاقی حالت : اخلاقی کیفیت بعینہٖ وہی تھی جو کسی زوال پذیر قوم کی ہوتی ہے۔ فسق و فجور مسلمانوں کے آداب میں سرایت کر کے معاشرت کا حصہ بن چکے تھے۔ شراب نوشی اور نشہ آور اشیا کا استعمال عام تھا، یہاں تک کہ بعض شرفا اپنے لڑکوں کو بازاری عورتوں کے پاس زبان، علم اور مجلس کے آداب سیکھنے کے لیے بھیجتے تھے۔ نکاح کی تعداد کی کوئی تحدید باقی نہ رہی، بلکہ بعض لوگ نکاح ہی کے پابند نہ رہے۔ عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ گویا ہر دن عید اور ہر رات شبِ برات تھی، امرا اور فقرا سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے تھے۔

سیاسی حالت : سیاسی اعتبار سے اس صدی میں سلطنتِ مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ دکن سے دہلی تک وسیع خطہ مرہٹوں کے رحم و کرم پر تھا، پنجاب سے افغانستان تک سکھوں کی حکمرانی قائم تھی، اور ان سب پر انگریزوں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تسلط تھا۔ جو مسلمان حکمراں باقی رہ گئے تھے، وہ درحقیقت انگریزوں کے کٹھ پتلی بن چکے تھے۔

ایک اہم وضاحت : یہ تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کا ایک طائرانہ جائزہ ہے، لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں ہوگا کہ یہ دور علمی، دینی اور روحانی اعتبار سے بالکل تاریک اور ویران تھا، یا دل و دماغ کے سوتے بالکل خشک ہو چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ ایک پہلو سے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا نہایت قابلِ ذکر عہد بھی ہے۔

علمی و روحانی عظمت کی درخشاں مثالیں :

دینی و علمی کمالات کی جامعیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو سراجُ الہند شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقیِ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اسی عہد کی زینت اور رونق تھے، جن کی علمی فضیلت اور روحانی فیض کا سکہ عرب و عجم میں رواں تھا۔ نواب تفضل حسین خاں جیسے مجتہدینِ فن اور موجدین اسی دور کی یادگار ہیں۔ اسی طرح تصوف و طریقت کے ہر سلسلے میں ایسے جلیل القدر شیوخ موجود تھے، جنھوں نے اپنے اپنے طریقوں میں تازگی پیدا کی، اور جن کے انفاسِ قدسیہ سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض یاب ہوئے۔

(سیرت سید احمد شہید، از ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، صفحہ نمبر 75)

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ: منصبِ امامت اور اس کی ضرورت

بارہویں صدی ہجری کے اواخر اور تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں اگرچہ امتِ مسلمہ مختلف کمزوریوں اور انحطاط کا شکار تھی، تاہم اس کے اندر دینی صلاحیتیں اور زندگی کے آثار باقی تھے۔ اصل کمی ایک ایسی مضبوط قیادت اور منظم جماعت کی تھی جو ان بکھری ہوئی قوتوں کو یکجا کر کے دین کی تجدید اور امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکے۔ یہی وہ خلا تھا جسے اسلامی اصطلاح میں منصبِ امامت کہا جاتا ہے، اور جو اس دور میں عملاً خالی تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی سنتِ جاریہ کے مطابق اسی تاریخی ضرورت کی تکمیل کے لیے سید احمد شہیدؒ رائے بریلی کو منصبِ امامت اور تجدیدِ دین کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ علم و عمل، اخلاص و للہیت اور قوتِ قیادت کے جامع تھے۔ دعوتِ دین، اصلاحِ امت اور عملی جدوجہد کے ذریعے آپ نے تیرہویں صدی ہجری میں امت کو فکری و عملی انحطاط سے نکالنے کی مؤثر سعی کی، اور یوں تاریخِ اسلام میں ایک روشن باب رقم کیا۔

علما اور مبصرین کے ایک بڑے طبقے کا خیال ہے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔ آپ کی تجدید کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اپنے اصول و مبادی، نظامِ تربیت اور اس کے نتائج و آثار میں آپ کی دعوت اسلام کی اصل اور ابتدائی دعوت سے بہت قریب اور مشابہ تھی۔ آپ کا وجود اسلام کے حق میں گویا بارانِ رحمت اور بادِ بہاری ثابت ہوا۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ، آپ کی سب سے بڑی کرامت اور زندہ یادگار وہ بے نظیر جماعت ہے جو آپ نے پیدا کی اور تربیت دی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اس جیسی جماعت کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ یہ جماعت جس طرح دشمنوں کے خلاف جہاد کرتی تھی، اس سے بڑھ کر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتی تھی، اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تربیت کے اثرات آج تک محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

زندگی کا اجمالی خاکہ:

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ایک باوقار دینی جدوجہد اور مسلسل عملی حرکت کا نام ہے۔ آپ کا اصل نام احمد بن عرفان تھا۔ 6 صفر 1201ھ مطابق 29 نومبر 1786ء کو رائے بریلی کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک معزز سادات گھرانے سے تھا، اور آپ کا نسب بواسطۂ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والدِ محترم سید محمد عرفان رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 1214ھ میں ہوا، جس کے بعد آپ نے کم عمری ہی میں ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا۔

جوانی کے ابتدائی دور میں کسبِ معاش کے لیے 1222ھ میں لکھنؤ کا سفر کیا، جہاں سے دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم عالم سے استفادہ کا موقع ملا، جو آپ کی فکری و دینی تشکیل میں نہایت اہم ثابت ہوا۔ وطن واپسی کے بعد 1224ھ میں آپ کا نکاح ہوا، پھر 1226ھ میں دہلی کا دوسرا سفر کیا اور 1227ھ میں نواب امیر خان کے لشکر سے وابستہ ہوئے، جس سے عملی میدان کا گہرا تجربہ حاصل ہوا۔

1236ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت کے لیے روانہ ہوئے اور طویل سفر کے بعد 1239ھ میں وطن واپس آئے۔ اس کے بعد آپ کی زندگی نے ایک فیصلہ کن موڑ لیا اور 1241ھ میں شمالی مغربی ہندوستان کی طرف ہجرت فرمائی، جہاں اصلاحِ دین، اقامتِ شریعت اور جہاد فی سبیل اللہ کی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ متعدد معرکوں کے بعد 17 ذیقعدہ 1246ھ مطابق 6 مئی 1830ء کو بالاکوٹ کے میدان میں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور تاریخِ اسلام میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

یہ سید احمد شہید کی حیاتِ مبارکہ کا ایک اجمالی اور مختصر خاکہ ہے۔ آپ کی علمی، دعوتی، اصلاحی اور جہادی زندگی کے مختلف اور ہمہ گیر پہلوؤں کی کچھ تفصیل آئندہ قسط میں بھی ذکر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں دعوتی خدمات:

ا۔ سلامِ مسنون کا رواج: جب سید صاحب پہلی مرتبہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نہایت سادگی سے ''السلام علیکم'' کہا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سلامِ مسنون کا رواج کم ہو چکا تھا، حتیٰ کہ حضرت شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کی پابندی نہ تھی۔ شاہ صاحب نے جب سید صاحب کا سلام سنا تو بے حد خوش ہوئے اور حکم دیا کہ آئندہ سلام بطریقِ مسنون کیا جائے۔

۲۔ اصلاحِ رسوم: سید صاحب جب بھی کسی سے بیعت لیتے تو اسے یہ تعلیم دیتے کہ بیاہ، برات، شادی اور غمی کے مواقع پر شرک و بدعات پر

مبنی رسومات سے مکمل اجتناب کیا جائے اور ہر معاملے میں رسولِ مقبول ﷺ کے طریقے کو پیشِ نظر رکھا جائے، خواہ وہ خوشی کا موقع ہو یا غم کا۔ اسی بنا پر جب آپ سفرِ حج کے دوران مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور بعض لوگوں نے محفلِ میلاد منعقد کرکے آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ مجلس محض لہو و لعب کے لیے ہے تو ہم شرکت سے معذور ہیں، اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اسے کتاب و سنت سے ثابت کیجیے، تب میں حاضر ہو جاؤں گا، ورنہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ نشاناتِ شرک کا ابطال: ایک موقع پر سید صاحب نے ایک شخص کے گھر طاق میں مٹی کے کھلونے رکھے دیکھے تو فرمایا: یہ بت ہیں، مشرکین انہیں اسی طرح رکھتے ہیں، انہیں فوراً توڑ دو اور گھر سے نکال دو۔ پھر آپ نے دیر تک شرک کی قباحتیں اور توحید کی خوبیاں بیان فرمائیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ صاحبِ خانہ نے اسی وقت وہ کھلونے توڑ کر باہر پھینک دیے۔

۴۔ بیوہ کے نکاح کا احیا: اس زمانے میں بیوہ کے نکاح کو ننگ و عار اور خلافِ ادب سمجھا جاتا تھا، حتیٰ کہ بعض علما بھی اس رواج کی تائید کرتے تھے۔ اگرچہ علما اور مصلحین نے اس جاہلی ذہنیت کے خلاف قلم و زبان سے تبلیغ کی، لیکن مدتوں سے متروک اس سنت کے احیا کے لیے محض تحریر و تقریر کافی نہ تھی، بلکہ اس کے لیے کسی عظیم شخصیت کے عملی نمونے کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم اصلاحی خدمت بھی سید صاحب کے ہاتھوں انجام دلوائی۔ اس کے اثرات سینکڑوں خاندانوں اور ہزاروں مظلوم عورتوں تک پہنچے۔ ہندوستانی شرفا کے خاندان میں ایک مدت کے بعد بیوہ کے نکاح کی یہ مبارک سنت زندہ ہوئی۔ سید صاحب نے اس پر اکتفا نہ کیا، بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے خلفا کو خطوط لکھوا کر اس واقعے کی اطلاع دی اور احیائے سنت کی ترغیب دی، جس کے نتیجے میں یہ سنت دوبارہ رائج ہو گئی۔

۵۔ حج کی عدمِ فرضیت کے فتنہ کا سدِّباب: علما کی بعض تاویلات اور فقہی عذروں کی بنا پر — کہ راستہ پرامن نہیں، سمندر مانعِ شرعی ہے اور یہ سب آیت: مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا کے منافی ہے — کچھ عرصے سے حج تقریباً متروک ہو چکا تھا۔ بعض علما نے، جنہیں علومِ عقلیہ میں غلو تھا، ہندوستانی مسلمانوں پر حج کی فرضیت کے ساقط ہونے کا باقاعدہ فتویٰ دے دیا تھا۔ ان حالات میں سید صاحب نے خود حج کا ارادہ فرمایا۔ یہ صرف ادائے فرض نہ تھا، بلکہ حج کی فرضیت کا زوردار اعلان اور اس کی عملی تبلیغ تھی۔ گویا سید صاحب کے ذریعے ہندوستان میں فریضۂ حج کی تجدید ہوئی۔

۶۔ ہندوانہ وضع و معاشرت کی اصلاح: سید صاحب کے زمانے میں بہت سے علاقوں میں مسلمان محض نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ وہ ہندوؤں کی طرح رسوم ادا کرتے، بت پوجنے لگے تھے، ہولی اور دیوالی مناتے تھے اور اسلامی طریقے سے بالکل ناواقف ہو چکے تھے۔ سید صاحب جس علاقے میں بھی تشریف لے جاتے، بیعت کے وقت یہ عہد بھی لیتے کہ وہ تمام ہندوانہ رسوم و معاشرت کو ترک کر دیں گے۔

۷۔ دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام: آپ لوگوں سے یہ بھی فرماتے کہ میں ایک جگہ ٹھہر کر تمہاری مکمل تربیت نہیں کر سکتا، چنانچہ اپنے جانے کے بعد وہاں کسی کو خلیفہ مقرر کر دیتے، جو لوگوں کی اصلاح کرتا اور انہیں دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتا۔

۸۔ غیر مسلموں کا قبولِ اسلام: سید صاحب جس طرح مسلمانوں کی اصلاح کے لیے کوشاں رہتے، اسی طرح غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دعوت دیتے۔ بہت سے غیر مسلم آپ کی جماعت کے اخلاق و طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے، اور بعض آپ کی باتیں سن کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

۹۔ نکاح کی ترویج: اس زمانے میں خصوصاً بنگال میں یہ رواج عام تھا کہ پہلا نکاح تو والدین کرا دیتے تھے، اس کے بعد جس کا جی چاہتا کسی عورت کو بغیر عقدِ نکاح اپنے گھر لے آتا۔ چنانچہ متدین علما کو اس خدمت پر مامور کیا گیا کہ بیعت کے بعد لوگوں کو الگ الگ بٹھا کر ان کے حالات دریافت کریں۔ جہاں بغیر نکاح تعلق پایا جاتا، اگر دونوں موجود ہوتے تو فوراً نکاح پڑھا دیا جاتا، ورنہ غیر حاضر کو بلوا کر یہ فریضہ ادا کروایا جاتا، اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو سخت تاکید کی جاتی۔

۱۰۔ شراب کی کساد بازاری اور برہنہ غسل کی روک تھام: جب سید صاحب سفرِ حج کے دوران کلکتہ پہنچے تو شراب کی دکانوں پر یکایک گاہک ختم ہو گئے۔ دکانداروں نے انگریز حکومت سے شکایت کی کہ جب سے یہ بزرگ قافلے کے ساتھ آئے ہیں، تمام مسلمان نشہ آور چیزوں سے توبہ کر چکے ہیں۔ اسی طرح ایک مقام پر آپ نے دیکھا کہ لوگ تالابوں میں برہنہ غسل کرتے ہیں۔ آپ نے قاضیِ وقت سے بات کی، جس

کے نتیجے میں حاکم نے سپاہی مقرر کردیے اور آپ کے قیام تک اس قبیح رسم پر پابندی لگ گئی۔
۱۱۔ ہجرت، جہاد اور اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد: سید صاحب کی زندگی کا سب سے روشن باب ہجرت، جہاد اور اسلامی نظام کے قیام سے متعلق ہے۔ ایسے وقت میں جب مسلمانوں میں جذبۂ جہاد سرد پڑ چکا تھا، آپ نے اس فریضے کو از سرِ نو زندہ کیا۔ آپ کے خطوط سے ان مقاصد کا اظہار ہوتا ہے، جن میں تعمیلِ حکمِ الٰہی، اعلائے کلمۃ اللہ، احیائے سنتِ رسول ﷺ، مسلمانوں کی بے بسی کا خاتمہ، کفار کے غلبے سے نجات اور فریضۂ دعوت و تبلیغ کی ادائیگی شامل ہیں۔ سید صاحب نے اپنی انتھک کوششوں کے ذریعے ان مقاصد میں سے اکثر میں کامیابی حاصل کی، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر سید صاحب کا احیائے جہاد اور حکومتِ اسلامی کے قیام کے علاوہ اور کوئی کارنامہ نہ ہوتا، تب بھی یہی ان کی عظمت کے لیے کافی تھا۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ دعوت کی خصوصیات:

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا، وہ سید صاحب رحمۃ اللہ کی دعوتی خدمات کی چند نمایاں جھلکیاں تھیں۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ دعوت کی ان خصوصیات کا ذکر کیا جائے جو انہیں اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''سیرتِ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' (جلد دوم) میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔
پہلی خصوصیت یہ تھی کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا طریقہ سب سے زیادہ مقبول تھا، اور دیارِ مشرقیہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی اسی طریقۂ دعوت سے وابستہ تھی، اس لیے کہ احکامِ الٰہی کی کامل بجا آوری اور اتباعِ سنت پر جس شدت اور اہتمام کے ساتھ زور آپ کے یہاں پایا جاتا تھا، وہ کم ہی کہیں نظر آتا تھا۔ مشائخ اور علما کے درمیان بھی آپ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل تھی۔ چنانچہ ہندوستان میں کوئی خانوادہ اور کوئی سلسلہ ایسا نہیں جس کے اکابر نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بڑا نہ مانا ہو اور آپ سے استفادہ نہ کیا ہو۔ آپ کے اندر ایک عجیب و غریب روحانی تاثیر اور انوار و برکات کا ظہور تھا، جس کے بڑے بڑے بزرگ بھی قائل اور معترف تھے۔

آپ کا طریقۂ تزکیہ، جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ تزکیہ سے خاص مناسبت رکھتا تھا، اور وہ تمام صفات جن کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے لیے دعا کرتے ہوئے کیا تھا، جنہیں قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ [البقرة: 129] یہ تمام اوصاف ایک حد تک سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں جلوہ گر تھے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ جہاں بھی تشریف لے جاتے، وہاں کے لوگوں کی کایا یکایک پلٹ جاتی۔ مسلمان شرک، بدعات اور غلط رسوم و رواج سے توبہ کرتے، حتیٰ کہ غیر مسلم بھی آپ کے معتقد ہوئے بغیر نہ رہتے، اور ان میں سے بہت سے لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ ہر وقت علما کی ایک جماعت آپ کے ساتھ رہتی، جن میں بالخصوص مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام نمایاں ہیں۔ جو بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا، آپ نہایت خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے اس کا استقبال فرماتے۔ اس حسنِ اخلاق کا نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگ خود بخود آپ کے گرویدہ ہو جاتے اور آپ کی ہر بات کو دل و جان سے قبول کرتے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی دعوتی خصوصیت یہ تھی کہ جب کسی غلط رسم کی اصلاح یا کسی متروک سنت کا احیا مطلوب ہوتا تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے، جیسا کہ نکاحِ بیوگان کے معاملے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

امتیازی خصوصیات:

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو دعوتی خدمات انجام دیں، ان سے پہلے بھی بہت سے علما اور مصلحین نے دعوت کے میدان میں نمایاں کردار ادا کیا تھا، لیکن ہر عظیم شخصیت کے اندر کچھ ایسی امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی بنا پر وہ دوسروں سے ممتاز ہو جاتی ہے۔
۱۔ فطری خصوصیات: سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و اوصاف کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ آپ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مناسبتِ تامہ اور مزاجِ نبوی کے ساتھ طبعی و ذوقی اتحاد نظر آتا تھا۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بہت سے لوگ راہِ راست پر آئے، مگر ان میں سے کسی نے توسط و اعتدال کی راہ اختیار نہیں کی، سوائے ان حضرات کے جو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت یافتہ تھے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بچپن

ہی سے شجاعت کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا، اور اس کے ساتھ ساتھ مزاج میں حیا بھی بہت غالب تھی۔ بعض اوقات شدتِ حیا کے باعث کسی قصوروار یا مجرم پر نگاہ ڈالنے سے بھی گریز کرتے، اور خود آپ کی نگاہیں جھک جاتی تھیں۔

۲۔ دینی اخلاق و اوصاف میں انفرادیت: حقیقت یہ ہے کہ خدا کی کسی مخلوق کو ایذا دینا، اپنے نفس کا انتقام لینا، یا غصے میں آکر کسی کو اذیت پہنچانا آپ کے مسلک میں سراسر ناجائز تھا۔ جب آپ کا یہ حال تمام انسانوں بلکہ جانوروں کے ساتھ تھا، تو مسلمانوں کے ساتھ شفقت، رعایت اور لحاظ کا جو رویہ ہوگا، وہ خود ظاہر ہے۔ اسی کا فطری نتیجہ تھا کہ آپ کے نزدیک ابتدا ہی سے مسلمانوں کے درمیان مصالحت کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ آپ اپنے رفقا اور دین کے راستے میں ساتھ دینے والوں کے ساتھ شفقت اور مساوات کا برتاؤ کرتے۔ اگرچہ تمام رفقا ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے تیار رہتے، مگر آپ کسی قسم کا امتیاز پسند نہ کرتے تھے۔ ہر کام میں مجاہدین اور ساتھیوں کے ساتھ شریکِ حال رہتے۔ حد درجہ نرمی اور شفقت کے باوجود شریعت کے معاملے میں آپ نہایت غیور اور حساس تھے۔ یہی دینی حمیت اور غیرت تھی جس نے آپ کو اسلام کی حمایت، بے کس مسلمانوں کی امداد اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادہ کیا، اور بالآخر اسی راہ میں آپ نے اپنی جان قربان کردی۔

۳۔ روحانی و باطنی کیفیات، (الف) دعا: دین کے جن شعبوں کی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے تجدید فرمائی، ان میں ایک اہم شعبہ دعا بھی ہے۔ ہر جنگ اور ہر اہم موقع سے پہلے اور اس کے بعد اہتمام کے ساتھ دعا کرنا آپ کا مستقل معمول تھا۔

(ب) ایمان و احتساب: دین کا دوسرا نہایت اہم شعبہ، جس کے آپ اپنے دور میں مجدد تھے، ایمان و احتساب ہے، یعنی زندگی کے تمام اعمال اور مشاغل کو محض رضائے الٰہی، خالص نیت اور اجر و ثواب کی طلب کے ساتھ انجام دینا۔

(ج) اتباعِ سنت: اتباعِ سنت آپ کی زندگی اور دعوت کا جزوِ لاینفک بن چکی تھی۔ آپ کے نزدیک عبادات کے ساتھ معاملات میں بھی، اور امورِ معاد کے ساتھ امورِ معاش میں بھی، سنت کی پیروی اور بدعات کا ترک ناگزیر تھا۔

(د) محبت و خشیت: محبت اور محبوبیت ان حضرات کے خواص میں سے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ اجتبا اور انتخاب کے مقام پر فائز فرماتا ہے، اور اس کے آثار ان کی زندگی میں نمایاں ہوتے ہیں۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں محبت کی صفت اس قدر غالب تھی کہ اس کے اثرات پاس بیٹھنے والوں اور نماز میں شریک مقتدیوں تک پر ظاہر ہوتے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے وہ مردِ مجاہد تھے جو عمل کے شہسوار اور وقت کے قلندر تھے۔ آپ کے یہاں قرآنی معارف کی بہار بھی تھی اور جہادِ حق کی للکار بھی۔ آپ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فہم و جمال بھی تھا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تبحر و جلال بھی۔ آپ وقت کے ابراہیم اور زمانے کے بت شکن تھے۔ آپ نے علوم کے صنم کدے میں اذان دی اور میدانِ عمل کے طاغوتوں سے جنگ کی۔ آپ کی مسلسل کوشش یہ تھی کہ قرآن ہی حکومت کا نظام بنے، قرآن ہی وقت کا امام ہو، اور قرآن ہی تمام علوم کا منبع و محور اور تمام فنون کا مرکز قرار پائے۔ آپ کی آرزو یہ تھی کہ ذہنی و فکری گمراہیوں کا سدِّباب کیا جائے اور میدانِ عمل سے باطل کو بے دخل کردیا جائے۔ آپ کے اندر معلّمانہ عظمت بھی تھی اور قیادت کی آن بان اور خلافت کی شان بھی۔ اسی بنا پر آپ ملت کے محسن بھی تھے اور وقت کے امام بھی۔ لہٰذا بعد والوں پر آپ کا یہ حق بنتا ہے کہ آپ کے افکار و نظریات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے، اور شخصیتوں کی تعمیر میں آپ کی زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریک کے ذریعے غلط خیالات، باطل نظریات اور خراب حالات کو روشن افکار، دینی و ایمانی نظریات، پاکیزہ جذبات اور قابلِ رشک احوال سے بدل دیا۔

اللہ تعالیٰ ان کو اس کا پورا پورا اجر عطا فرمائے، اور ہمیں بھی اس میں حصہ دار بنائے۔ آمین! وما توفیقی إلا باللہ

جاری ہے۔۔۔

تعارف

رجوع الی القرآن کورس (پہلی قسط)

زیر انتظام: انجمن خدام القرآن سندھ

اکیسویں صدی کی دوسری دہائی کے نصف میں کھڑے ہو کر جب ہم عالم اسلام کی حالتِ زار پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر باشعور اور دردمند مسلمان کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ مغرب کی فکری یلغار، تہذیبی کشمکش، اور معاشی بدحالی نے ملتِ اسلامیہ کو ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے، جہاں اس کی شناخت خطرے میں پڑ چکی ہے۔ اس زوال، انتشار، انحطاط اور زبوں حالی کے اسباب پر جب بھی غور کیا گیا، مفکرینِ اسلام، مصلحین اور علمائے حق ایک ہی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس ذلت و مسکنت کا بنیادی سبب ''قرآنِ حکیم سے دوری'' ہے۔

یہ دوری محض تلاوت کی حد تک نہیں ہے، بلکہ یہ دوری فہمِ قرآن، تدبرِ قرآن اور قرآن کو بطورِ ''نظامِ حیات'' نافذ کرنے کی جدوجہد سے دوری ہے۔ ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارا نظامِ تعلیم دو متوازی دھاروں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک طرف دینی مدارس ہیں جو مذہبی علوم کے امین ہیں، اور دوسری طرف جدید عصری تعلیمی ادارے (اسکول، کالج، یونیورسٹیاں) ہیں جو دنیاوی علوم کے ماہرین پیدا کر رہے ہیں۔ اس دوہرے نظام کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ معاشرے کا وہ طبقہ جو ڈاکٹر، انجینئر، بیوروکریٹ، تاجر اور دانشور کی حیثیت سے ملک کی باگ ڈور سنبھالتا ہے، وہ دین کے بنیادی علم اور قرآن کی زبان سے عموماً ناواقف ہوتا ہے۔

ذرا رک کر سوچیے! ہم نے اپنی زندگی میں کتنا وقت قرآن کو سمجھنے میں لگایا، ہم نے پرائمری سکول میں پانچ سال، مڈل میں تین سال، میٹرک میں دو سال، انٹرمیڈیٹ میں دو سال، گریجویشن میں تین سے چار سال، اور پھر بعض نے ماسٹرز، ایم فل، پی ایچ ڈی میں مزید کئی سال گزارے۔ مجموعی طور پر ہم نے اپنی زندگی کے پندرہ سے بیس سال صرف دنیوی تعلیم حاصل کرنے میں لگا دیے۔ اس دوران ہم نے اور ہمارے والدین نے لاکھوں روپے فیس، کتابوں، یونیفارم، ٹرانسپورٹ اور دیگر اخراجات پر خرچ کیے۔

کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ ہم نے قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے کتنا وقت دیا، اللہ تعالیٰ کی کتاب، جو ہمارے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، جو ہمارے ایمان کا منبع ہے، جو قیامت کے دن ہمارے لیے شفاعت کرے گی، اس کے لیے ہم نے کتنی محنت کی، شاید چند گھنٹے، شاید چند دن، یا پھر بالکل نہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا سامنا کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

اب ذرا آگے کی طرف دیکھیے۔ روزِ قیامت جب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، تو وہ ہم سے سوال فرمائیں گے۔ اس دن کیا جواب ہوگا، کیا ہم یہ کہیں گے کہ ''اے اللہ! ہم نے تو جدید تعلیم حاصل کرنے میں بہت وقت لگا دیا اس لیے آپ کی کتاب کو سمجھنے کا وقت نہیں ملا؟'' کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا، ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے ہمیں چوبیس گھنٹے دیے، ہم نے ان میں سے کتنا وقت اس کی کتاب کو دیا، یہ سوال ہر مسلمان کے لیے باعث فکر ہونا چاہیے۔

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک واضح حقیقت سامنے آتی ہے۔ مسلمانوں کا عروج اور زوال قرآن کریم سے ان کے تعلق پر منحصر رہا ہے۔ یہ کوئی نیا تجزیہ نہیں ہے، بلکہ خود قرآن و حدیث میں اس کی طرف اشارات ملتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اس کی تصدیق کرتے ہیں، سلف صالحین کے بیانات اس پر گواہ ہیں، اور ہمارے دور کے تمام بڑے علما اور مفکرین اسلام کی آراء اس پر متفق ہیں۔

جب مسلمانوں نے قرآن کریم کو سمجھا، اس پر عمل کیا، اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں، تو وہ دنیا کی سب سے طاقتور قوم بن گئے۔ صحابہ کرام کا دور، خلفائے راشدین کا دور، بعد کے صالح خلفا کا دور- یہ سب قرآن کے ساتھ زندہ تعلق کا نتیجہ تھے۔ لیکن جب بھی مسلمانوں نے قرآن سے دوری اختیار کی، جب انہوں نے اسے صرف برکت کے لیے پڑھنا شروع کیا، لیکن سمجھنا اور عمل کرنا چھوڑ دیا، تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو تاریخ میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

قرآنِ مجید صرف عبادات یا اخلاقی نصیحتوں کی کتاب نہیں، بلکہ ایک مکمل فکری و عملی نظام ہے۔ امت کے اکابر اہلِ علم نے ہر دور میں اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف تصنیفات میں بارہا اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اللہ کی ہدایت سے اعراض ہی فکری و عملی گمراہی کی اصل جڑ ہے۔ ان کے مطابق دین کی اصل روح کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے وابستگی میں مضمر ہے، اور جب یہ تعلق کمزور پڑ جاتا ہے تو امت اندرونی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید خود اپنی غایت اس طرح بیان کرتا ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ [ص: 29]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین میں قرآن کے ساتھ تعلق کی محض رسمی صورت پر سخت تنقید کی ہے۔ ان کے نزدیک تلاوت اس وقت تک بارآور نہیں ہوتی جب تک اس کے معانی، مقاصد اور عملی تقاضے انسان کی فکر و عمل میں سرایت نہ کریں۔ وہ مثال دیتے ہیں کہ جو شخص قرآن کے احکام کو سمجھے بغیر ان کی تلاوت کرتا ہے، وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی مریض طبی نسخہ پڑھے مگر دوا استعمال نہ کرے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تجدید قرآنی شعور:

برصغیر کی اسلامی فکری تاریخ میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مجددانہ حیثیت حاصل ہے۔ انہوں نے 'حجۃ اللہ البالغہ' میں اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا کہ شریعتِ اسلامی کا مقصد فرد اور معاشرے میں عدل، توازن اور اخلاقی ہم آہنگی قائم کرنا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن اسی اجتماعی حکمت کا بنیادی سرچشمہ ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس جانب متوجہ کرتے ہیں کہ جب دینی علوم عوام کی عملی زندگی سے الگ ہو جائیں اور دین محض رسوم تک محدود ہو جائے تو امت کا زوال یقینی ہو جاتا ہے۔ ان کی فکر میں قرآن فہم خواص کی نہیں، بلکہ پوری امت کی ذمہ داری ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر اور عصرِ حاضر:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کی ایک نمایاں جہت یہ ہے کہ وہ دین کو محض نظری یا خانقاہی نظام کے طور پر قبول نہیں کرتے، بلکہ اسے اجتماعی حقیقت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ قرآن کو قانون، اخلاق اور معاشرت — تینوں سطحوں پر رہنمائی کا منبع قرار دیتے ہیں۔

آج جب مسلمان فکری مرعوبیت اور تہذیبی شکست خوردگی کا شکار ہیں، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تنبیہ غیر معمولی اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ جب امت وحی الٰہی کو ترک کر کے انسانی قیاسات کو اساس بنا لیتی ہے تو اس کے انتشار کا آغاز ہو جاتا ہے۔

فکرِ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ: باطن اور ظاہر کی ہم آہنگی

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ شریعت، طریقت اور حقیقت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک قرآن فہمی صرف ذہنی مشق نہیں، بلکہ قلبی بیداری کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کو نیت اور فہم کے ساتھ جوڑتے ہیں اور دین کے رسمی خول کی پردہ دری کرتے ہیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان دنیا بھر میں مسائل کا شکار ہیں۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی- ہر طرح کے مسائل ہیں۔ ہم دوسروں کے محتاج ہیں، دوسروں کے غلام ہیں۔ ہماری کوئی عزت نہیں، کوئی وقعت نہیں۔ اس کا اصل سبب کیا ہے؟ یہی کہ ہم نے قرآن کریم سے اپنا تعلق کمزور کر دیا ہے۔ ہم نے اسے سمجھنا چھوڑ دیا، اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ یہ صرف ایک نظریاتی بات نہیں، بلکہ ایک زمینی حقیقت ہے جسے ہم روز محسوس کرتے ہیں۔

اس بنیادی مرض کی تشخیص کرتے ہوئے انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے تحت ایک کورس بنام رجوع الی القرآن کورس کئی سالوں سے

جاری ہے، جس کا مقصد اس ''جدید تعلیم یافتہ طبقے'' کو قرآن سے دوبارہ جوڑنا ہے۔ یہ محض ایک کورس نہیں، بلکہ ایک تحریک ہے۔ سال 2026ء کے لیے اس کورس کا 33 واں سیشن ہوگا۔ ان شاء اللہ

انجمن خدام القرآن:

انجمن خدام القرآن کی مفکرِ اسلام اور مفسرِ قرآن، محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ ڈاکٹر صاحب کی بصیرت نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مسلمانوں کے عروج و زوال کا براہِ راست تعلق قرآن مجید سے قربت یا دوری پر منحصر ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اس پیغام کو عام کرنے میں صرف کردی کہ ''مسلمانوں کو موجودہ افسوسناک صورتحال سے نکلنے کے لیے قرآنِ حکیم سے اپنے تعلق کو زندہ اور مضبوط کرنا ہوگا''۔

اسی مقصد کے حصول کے لیے ڈاکٹر صاحب نے 1972ء میں لاہور میں 'مرکزی انجمن خدام القرآن' کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے کے قیام کے وقت انہوں نے واضح طور پر چند مقاصد طے کیے۔ پہلا مقصد یہ تھا کہ عربی زبان کی تعلیم و ترویج کی جائے تاکہ لوگ قرآن کو براہِ راست سمجھ سکیں۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق دی جائے۔ تیسرا یہ کہ علوم قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت کی جائے۔ چوتھا مقصد یہ تھا کہ ایسے نوجوانوں کی تیاری کی جائے جو تعلم و تعلیم قرآن کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔ اور پانچواں مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی قرآن اکیڈمی قائم کی جائے جو قرآن حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ وژن صرف ایک خواب نہیں تھا، بلکہ انہوں نے اسے عملی جامہ پہنایا۔ انہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے پوری زندگی اس مشن کو آگے بڑھایا۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں، ان کے دیے ہوئے لیکچرز، ان کی تفسیر قرآن - یہ سب آج بھی دستیاب ہیں اور لاکھوں لوگوں کے لیے رہنمائی کا باعث ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے پورے قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر اردو زبان میں آسان انداز میں پیش کی جسے ''بیان القرآن'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے سیکڑوں لیکچرز دیے جن میں قرآن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اسی مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے، پورے پاکستان میں انجمن خدام القرآن کی شاخیں قائم کی گئیں۔ کراچی میں 1986ء میں ''انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی'' کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ لاہور کے بعد قائم ہونے والی پہلی شاخ تھی۔ گزشتہ تقریباً چار دہائیوں سے یہ ادارہ سندھ بھر میں، خاص طور پر کراچی اور حیدرآباد میں، قرآنی تعلیم کی شمع روشن کیے ہوئے ہے۔

انجمن کی تاریخ بہت روشن ہے۔ 1991ء میں انجمن کے تحت پہلی باقاعدہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں قائم ہوئی۔ یہ ادارے کی تاریخ میں ایک سنگ میل تھا۔ اسی سال سے تعلیمی اور تدریسی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہاں سے جو سلسلہ شروع ہوا، وہ آج تک جاری و ساری ہے۔ صبح کے اوقات میں حضرات اور خواتین کے لیے ''رجوع الی القرآن کورس'' کا انعقاد ہوتا ہے جس میں سینکڑوں طلبہ و طالبات شریک ہوتے ہیں۔ شام کے اوقات میں عربی گرامر اور دیگر موضوعات پر شارٹ کورسز کا انعقاد ہوتا ہے۔ بچوں اور بچیوں کی حفظ و ناظرہ تعلیم کے لیے علیحدہ علیحدہ مدرسے قائم ہیں جہاں سینکڑوں بچے قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔

1995ء میں کورنگی میں ایک قرآن مرکز قائم کیا گیا جسے بعد میں 2017ء میں قرآن اکیڈمی کا درجہ دیا گیا۔ یہاں پر بھی مسلسل تعلیمی سرگرمیاں جاری ہیں۔ خواتین کے لیے خاص طور پر قرآن فہمی کے کورسز ہوتے ہیں۔ 2008ء میں یہاں ''The Hope Islamic Secondary School'' کے نام سے نرسری سے میٹرک تک ایک اسکول بھی قائم کیا گیا جہاں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

2005ء میں یاسین آباد میں قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ادارہ بھی آج بہت سرگرم ہے۔ یہاں رجوع الی القرآن کورس کے دونوں سال پڑھائے جاتے ہیں۔ 2009ء میں یہاں سال دوم کا بھی آغاز کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہاں ایک ''Learning & Research Centre'' قائم ہے جہاں علوم اسلامی کی ایک وسیع لائبریری موجود ہے جو محققین اور طالب علموں کے لیے بہت مفید ہے۔ مدرسۃ البنین والبنات کے تحت حفظ، ناظرہ اور قاعدہ کی تعلیم کا بھی بہترین انتظام ہے۔

2006ء میں گلستان جوہر میں قرآن مرکز قائم ہوا جسے 2017ء میں قرآن انسٹیٹیوٹ کا درجہ ملا۔ یہاں بھی تمام تعلیمی سرگرمیاں جاری ہیں۔ 2007ء میں لانڈھی میں قرآن مرکز کی عمارت مکمل ہوئی اور وہاں بھی کام شروع ہوگیا۔ حیدرآباد شہر میں لطیف آباد یونٹ نمبر 2 میں 2012ء سے قرآن انسٹیٹیوٹ کام کررہا ہے جہاں حیدرآباد اور اس کے گردونواح کے لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔

سب سے حالیہ اضافہ 2024ء میں بحریہ ٹاؤن کراچی میں قرآن انسٹیٹیوٹ کی صورت میں ہوا۔ 6 اکتوبر 2024ء کو جناب شجاع الدین شیخ صاحب، جو انجمن کے نگران ہیں، نے اس کا افتتاح کیا۔ یہ ایک جدید ترین سہولیات سے لیس ادارہ ہے جہاں بحریہ ٹاؤن کے رہائشیوں کو قرآنی تعلیم حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

ان بڑے مراکز کے علاوہ شاہ فیصل کالونی، گلزار حجری، ڈیفنس فیز 2 اور ایڈمن سوسائٹی میں بھی چھوٹے مراکز قائم ہیں۔ ان تمام مراکز میں عربی گرامر کی کلاسیں، دروس قرآن، اور دیگر دینی سرگرمیاں باقاعدگی سے ہوتی رہتی ہیں۔ ان تمام اداروں میں ایک شعبۂ سمع و بصر بھی کام کر رہا ہے جو دروس قرآن اور دیگر پروگرامز کی آڈیو اور ویڈیو ریکارڈنگ کرتا ہے اور انہیں سوشل میڈیا اور ٹی وی چینلز کے ذریعے عام کرتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں۔

رجوع الی القرآن کورس (سال اول):

''رجوع الی القرآن کورس'' خاص طور پر ان مرد و خواتین کے لیے مرتب کیا گیا ہے جو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہیں یا زیرِ تعلیم ہیں۔ اس کورس کا دورانیہ تقریباً 10 ماہ ہے، جو ایک اکیڈمک سیشن پر محیط ہوتا ہے۔ اس کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ ایک عام مسلمان، جو عربی زبان سے ناواقف ہے، اسے اتنی استعداد بہم پہنچا دی جائے کہ وہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھ سکے، اس کے پیغام کو جذب کر سکے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال سکے۔

یہ کورس اس سوال کا عملی جواب ہے کہ ''کیا ہم روزِ قیامت اللہ کے سامنے یہ عذر پیش کر سکیں گے کہ ہم نے دنیاوی علوم (میڈیکل، انجینئرنگ، بزنس) سیکھنے میں تو سالہا سال لگا دیے لیکن تیری کتاب کو سمجھنے کے لیے وقت نہ ملا؟''

یہ کورس محض ترجمہ پڑھانے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک جامع دینی پیکیج (Comprehensive Islamic Package) ہے جو ایک جدید ذہن رکھنے والے مسلمان کی فکری اور روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس میں عربی گرائمر سے لے کر فقہی مسائل تک، اور تجوید سے لے کر دورِ حاضر کے فکری چیلنجز تک، ہر پہلو کا احاطہ کیا گیا ہے۔

یہ کورس دس اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ ہر مضمون کو بہت سوچ سمجھ کر نصاب میں شامل کیا گیا ہے تاکہ طالب علم کے سامنے دین کی جامع تصویر آجائے۔

پہلا مضمون ناظرہ قرآن حکیم اور تجوید ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو قرآن کریم تو پڑھ لیتے ہیں لیکن ان کی تلاوت صحیح نہیں ہوتی۔ مخارج درست نہیں ہوتے، غنہ، قلقلہ، ادغام جیسے احکام کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس مضمون میں علم تجوید کے تمام بنیادی قواعد سکھائے جاتے ہیں۔ صرف نظری طور پر نہیں، بلکہ عملی مشق کے ذریعے۔ استاد کے سامنے بیٹھ کر طالب علم روزانہ تلاوت کرتا ہے اور اسے اپنی غلطیاں درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔

دوسرا اہم مضمون عربی گرامر ہے۔ یہ اس کورس کی جان ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کا علم ناگزیر ہے۔ لیکن یہاں پر بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ انجمن نے خصوصی طور پر ''آسان عربی گرامر'' کی کتاب تیار کی ہے جو خاص طور پر قرآن فہمی کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس میں وہ تمام قواعد شامل ہیں جو قرآن کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں، اور جو غیر ضروری ہیں وہ نہیں ہیں۔ یہ کتاب اتنی آسان ہے کہ ایک عام تعلیم یافتہ شخص بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ویڈیو لیکچرز بھی دستیاب ہیں جو سمجھنے میں مزید مدد کرتے ہیں۔ کورس کے اختتام تک طالب علم کو عربی گرامر کی اتنی سمجھ آ جاتی ہے کہ وہ قرآن کی آیات کو دیکھ کر ان کا تجزیہ کر سکتا ہے اور معنی سمجھ سکتا ہے۔

تیسرا مضمون ترجمۂ قرآن حکیم مع ترکیب ہے۔ عربی گرامر سیکھنے کے بعد اگلا قدم یہ ہے کہ اس علم کو قرآن پر apply کیا جائے۔ اس مضمون میں قرآن کریم کی منتخب سورتوں کا ترجمہ کرایا جاتا ہے۔ لیکن یہ عام ترجمہ نہیں ہے۔ ہر آیت کی ترکیب بتائی جاتی ہے، یعنی یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں فاعل کون ہے، فعل کیا ہے، مفعول کیا ہے، صفت کہاں ہے، موصوف کہاں ہے۔ اس طریقے سے طالب علم نہ صرف ترجمہ سیکھتا ہے، بلکہ عربی زبان کی ساخت بھی سمجھتا ہے۔ اس کام کے لیے حافظ انجینئر نوید احمد صاحب کی کتاب ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی'' استعمال ہوتی ہے۔ اس مضمون کے بعد طالب علم اتنا confident ہو جاتا ہے کہ وہ dictionary کی مدد سے خود کسی بھی آیت کا ترجمہ کر سکتا ہے۔

چوتھا اہم مضمون مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب ہے۔ یہ پورے کورس کا سب سے اہم اور جامع مضمون ہے۔ اس میں قرآن کریم کے منتخب مقامات کا تفصیلی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ یہ نصاب سورۃ العصر پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں پورے دین کا خلاصہ بیان فرما دیا ہے- ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق، اور تواصی بالصبر۔ اس نصاب میں چھ حصے ہیں۔ پہلے حصے میں سورۃ العصر اور اس کی تشریح پر مشتمل آیات کا مطالعہ ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں ایمان کی تفصیلات- اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان، تقدیر پر ایمان- یہ سب قرآن کی آیات سے سمجھائے جاتے ہیں۔ تیسرے حصے میں عمل صالح کی تفصیلات ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اور دیگر اعمال شامل ہیں۔ چوتھے حصے میں تواصی بالحق یعنی دعوت الی اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے موضوعات ہیں۔ پانچویں حصے میں صبر و مصابرت کے بیان ہیں۔ اور چھٹے حصے میں سورۃ الحدید کی روشنی میں فرائض دینی کا جامع تصور پیش کیا جاتا ہے۔ یہ پورا نصاب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خود مرتب کیا تھا اور ان کی کتاب اور آڈیوز اس کی تدریس میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس مضمون کے بعد طالب علم کے سامنے پورے دین کا نقشہ واضح ہو جاتا ہے۔

پانچواں مضمون بیان القرآن ہے۔ یہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان تفسیر ہے جو 108 ویڈیو لیکچرز پر مشتمل ہے۔ اس میں پورے قرآن کریم کا ترجمہ، تشریح اور پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ طلبہ گھر پر یہ ویڈیوز دیکھتے ہیں اور کلاس میں ان پر بحث ہوتی ہے۔ اس طریقے سے پورے قرآن کریم کا ایک جامع تعارف مل جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا انداز بیان بہت دلنشین اور اثر انگیز ہے۔ وہ ایسے انداز میں قرآن کا پیغام پیش کرتے ہیں کہ سننے والے کے دل میں قرآن سے محبت اور اس پر عمل کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر عثمانی، معارف القرآن، اور تفہیم القرآن بھی حوالے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

چھٹا مضمون حدیث و سنت ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم بھی ضروری ہے، کیونکہ قرآن کی تشریح اور عملی تفصیلات ہمیں احادیث سے ملتی ہیں۔ اس مضمون میں پہلے ''حجیت حدیث'' کا موضوع پڑھایا جاتا ہے۔ آج کل بعض لوگ حدیث کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ کو واضح طور پر بتایا جائے کہ حدیث کی حیثیت کیا ہے اور یہ کیوں ضروری ہے۔ اس کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''ریاض الصالحین'' کے منتخب حصے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ کتاب احادیث کا ایک بہترین مجموعہ ہے جو زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق احادیث پر مشتمل ہے۔ ان احادیث کے مطالعے سے طلبہ کے ایمان میں تازگی آتی ہے اور عمل کی ترغیب ملتی ہے۔

ساتواں مضمون مطالعۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ قرآن کے احکام کو عملی طور پر کیسے نافذ کیا جائے۔ اس مضمون میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تفصیلی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ بنیادی کتاب ''الرحیق المختوم'' ہے جو مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ یہ سیرت پر لکھی جانے والی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم'' بھی پڑھائی جاتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ان پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے جو آج کے دور میں ہمارے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس مضمون کے بعد طلبہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے آگاہی ہو جاتی ہے اور وہ اپنی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

آٹھواں مضمون عقیدہ وفقہ ہے۔ اسلام کی بنیاد صحیح عقائد پر ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو بنیادی اسلامی عقائد کا علم ہو۔ اس مضمون میں اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ ساتھ ہی فقہی اصطلاحات سے واقفیت دی جاتی ہے۔ پھر روزمرہ کے مسائل - طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج - کے احکام و مسائل تفصیل سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ صرف نظری تعلیم نہیں ہوتی، بلکہ عملی طور پر بھی بتایا جاتا ہے کہ نماز کیسے پڑھی جائے، وضو کیسے کیا جائے، غسل کا طریقہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف رسوم ورواج جو معاشرے میں رائج ہیں، ان کے بارے میں شرعی احکام بھی بتائے جاتے ہیں۔ ''تعلیم الاسلام'' مفتی کفایت اللہ دہلوی ؒ کی کتاب اور ''عقائد و بنیادی دینی تصورات'' ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی کتاب اس مضمون کی بنیادی کتب ہیں۔

نواں مضمون فکر اسلامی ہے۔ یہ بہت اہم مضمون ہے جس میں دین کے جامع تصور اور اس کے نفاذ کے موضوعات پر بات کی جاتی ہے۔ اس میں جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، اجتماعیت کی اہمیت، بیعت کا تصور، امت مسلمہ کا عروج و زوال، تجدیدی مساعی، اسلام کا انقلابی منشور، جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ یہ لیکچرز طلبہ میں دین کو قائم کرنے کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور انہیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ اسلام صرف انفرادی عبادات تک محدود نہیں، بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جسے زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کرنا ہے۔

دسواں مضمون سیرت صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم ہے۔ صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ تھے، جنہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے تربیت پائی۔ ان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اس مضمون میں عشرہ بشرہ یعنی وہ دس صحابہ جنہیں دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی گئی، ان کی سیرت کا مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ اسی طرح امہات المؤمنین خاص طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا بھی مطالعہ ہوتا ہے۔ یہ سیرتیں پڑھ کر طلبہ کے دلوں میں صحابہ کرام سے محبت پیدا ہوتی ہے اور عمل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

ان دس بنیادی مضامین کے علاوہ خصوصی محاضرات کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ ان میں مختلف ایسے موضوعات پر بات کی جاتی ہے جو طلبہ کے لیے مفید ہوں۔ مثلاً فضیلت علم، درس قرآن کی تیاری کا طریقہ، گھر میں دعوت کا کام کیسے کریں، تنظیم الاوقات، تزکیہ نفس، عقیدہ ختم نبوت، محرم الحرام اور عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل، وغیرہ۔ یہ محاضرات طلبہ کو عملی زندگی میں دین پر عمل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

کورس کی منفرد خصوصیات:

اس کورس کی کئی ایسی خصوصیات ہیں جو اسے منفرد بناتی ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کورس کی کسی بھی مد میں فیس نہیں ہے۔ اہل طلبہ کے لیے وظائف کا سلسلہ بھی ہے۔ یہ خالصتاً اللہ کا کام ہے جو اصحاب خیر کے تعاون سے چل رہا ہے۔ اگر کوئی صاحب خیر اس کام میں مالی تعاون کرنا چاہیں تو ان کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ کورس مرد اور خواتین دونوں کے لیے ہے۔ تمام مراکز میں خواتین کے لیے الگ کلاسز کا انتظام ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے، کیونکہ دین کی تعلیم میں خواتین کا کردار بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا مردوں کا۔ گھر کی خواتین اگر دین سے واقف ہوں تو وہ اپنے بچوں کی بہترین تربیت کر سکتی ہیں۔

تیسری اہم خصوصیت تجربہ کار اساتذہ کرام کی موجودگی ہے۔ انجمن کے تمام مراکز میں ایسے اساتذہ تدریس کرتے ہیں جنہوں نے خود یہ کورس کیا ہوا ہے، اور پھر سالوں تک تدریس کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ یہ اساتذہ نہ صرف علم رکھتے ہیں، بلکہ پڑھانے کا سلیقہ بھی جانتے ہیں۔ وہ طلبہ کی نفسیات کو سمجھتے ہیں اور ان کی سطح کے مطابق تدریس کرتے ہیں۔

چوتھی خصوصیت جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ہے۔ صرف کتابوں پر انحصار نہیں کیا جاتا بلکہ ویڈیو لیکچرز، آڈیو ریکارڈنگز، پاورپوائنٹ پریزینٹیشنز، اور دیگر جدید ذرائع کا استعمال ہوتا ہے۔ طلبہ کو گھر پر دیکھنے کے لیے ویڈیوز دی جاتی ہیں۔ ضرورت پڑے تو انہیں واٹس ایپ گروپس میں شامل کیا جاتا ہے جہاں سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت وسیع لائبریری کی سہولت ہے۔ تمام بڑے مراکز میں لائبریریاں موجود ہیں جہاں ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں۔ طلبہ مفت میں کتابیں issue کروا سکتے ہیں اور گھر لے جا کر پڑھ سکتے ہیں۔ یہ لائبریریاں صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں بلکہ عام لوگوں کے لیے بھی کھلی ہیں۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ کورس مکمل کرنے پر سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ جو طلبہ کم از کم 70% حاضری رکھتے ہیں اور ہر مضمون میں کم از کم 40% نمبر حاصل کرتے ہیں، انہیں کامیابی کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ جو طلبہ امتحانات میں کامیاب نہیں ہو پاتے لیکن 50% حاضری رکھتے ہیں، انہیں شرکت کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔

ساتویں خصوصیت مسلسل جاری رہنے والی سرگرمیاں ہیں۔ کورس ختم ہونے کے بعد بھی طلبہ کا رابطہ ادارے سے جاری رہتا ہے۔ وہ ہفتہ وار درس قرآن میں شرکت کر سکتے ہیں، شارٹ کورسز میں حصہ لے سکتے ہیں، اور اگر اہلیت ہو تو تدریسی خدمات بھی انجام دے سکتے ہیں۔ بہت سے طلبہ سال دوم میں داخلہ لیتے ہیں جہاں مزید تفصیل سے قرآن کریم کا مطالعہ ہوتا ہے۔

کورس کے بعد کی زندگی: ایک نیا آغاز

جو لوگ یہ کورس مکمل کرتے ہیں، ان کی زندگیاں بدل جاتی ہیں۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت ہے جسے ہم نے ہزاروں طلبہ میں دیکھا ہے۔ سب سے پہلے تو ان کا قرآن کریم سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔ وہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے سمجھ سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ براہ راست ان سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ یہ احساس ایمان میں بے پناہ اضافہ کرتا ہے۔

دوسری اہم تبدیلی یہ آتی ہے کہ ان کی نمازوں میں خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ نماز میں سورتیں پڑھتے ہیں تو انہیں ان کا مطلب معلوم ہوتا ہے۔ تسبیحات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہتے ہیں۔ نماز ان کے لیے محض ایک مشینی عمل نہیں رہتی، بلکہ اللہ سے گفتگو بن جاتی ہے۔

تیسری تبدیلی ان کے اخلاق و کردار میں آتی ہے۔ قرآن کی تعلیمات ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ وہ زیادہ صبر کرنے لگتے ہیں، زیادہ سچے ہو جاتے ہیں، زیادہ مہربان ہو جاتے ہیں۔ ان کے گھر والے، دوست احباب، اور ساتھی کارکن ان میں مثبت تبدیلی دیکھتے ہیں۔

چوتھی تبدیلی یہ آتی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی قرآن کی طرف بلانے لگتے ہیں۔ وہ اپنے گھر میں درس قرآن شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے دوستوں کو بھی یہ کورس کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ بعض لوگ تو اس قدر متاثر ہو جاتے ہیں کہ وہ خود ادارے میں تدریسی خدمات انجام دینے لگتے ہیں۔

پانچویں اہم تبدیلی یہ آتی ہے کہ ان کے گھروں میں دینی ماحول بنتا ہے۔ بچے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ والدین جب قرآن پڑھتے اور سمجھتے ہیں تو بچے بھی یہی سیکھتے ہیں۔ اس طرح گھر جنت کا نمونہ بنتا چلا جاتا ہے۔

کورس کے لیے اہلیت اور شرائط:

اس کورس میں داخلے کے لیے کم از کم تعلیمی قابلیت انٹرمیڈیٹ یا اس کے مساوی ہے۔ یہ شرط اس لیے رکھی گئی ہے کہ کورس کا معیار برقرار رہے اور تمام طلبہ مواد کو سمجھ سکیں۔ تاہم استثنائی صورتوں میں اگر کوئی کم قابلیت رکھتا ہو لیکن بہت خواہش مند ہو اور سیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اس کی درخواست پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ حتمی داخلہ انٹرویو کے بعد دیا جاتا ہے جہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا طالب علم واقعی اس کورس کے لیے موزوں ہے یا نہیں۔

کورس کا دورانیہ تقریباً دس ماہ ہے۔ یہ عام طور پر ماہ رمضان کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے اور اگلے سال نصف شعبان تک ختم ہوتا ہے۔ ہفتہ میں پانچ دن - پیر سے جمعہ تک - کلاسز ہوتی ہیں۔ پیر سے جمعرات کلاسز صبح پونے نو بجے سے دوپہر ایک بجے تک ہوتی ہیں، اور جمعہ کو صبح پونے نو سے دوپہر بارہ بجے تک۔ یہ اوقات بہت سوچ سمجھ کر طے کیے گئے ہیں، تاکہ خواتین آسانی سے شرکت کر سکیں۔

حاضری کے بارے میں سخت قواعد ہیں۔ ہر طالب علم کی کم از کم 70% حاضری ضروری ہے۔ یہ شرط اس لیے ہے کہ کورس کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے جب باقاعدگی سے کلاسز میں شرکت کی جائے۔ بلا اجازت غیر حاضر رہنے والے، تاخیر سے آنے والے، یا امتحانات میں غیر حاضر رہنے والے شرکا کے خلاف تادیبی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ ادارے کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کوئی طالب علم سنجیدگی سے کورس میں شرکت نہیں کر رہا، یا اس کا طرز عمل ادارے کے لیے نقصان دہ ہے، تو اس کا نام کورس سے خارج کر دیا جائے۔

امتحانات بھی ہوتے ہیں۔ ہر مضمون کا الگ امتحان ہوتا ہے۔ کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہر مضمون میں کم از کم 40% نمبر حاصل کیے جائیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے اگر باقاعدگی سے کلاسز میں شرکت کی جائے اور تھوڑی سی محنت کی جائے۔ جو طلبہ تمام شرائط پوری

کرتے ہیں انہیں ''کامیابی کا سرٹیفکیٹ'' دیا جاتا ہے۔ جو طلبہ امتحانات میں کامیاب نہیں ہو پاتے لیکن کم از کم 50% حاضری رکھتے ہیں، انہیں ''شرکت کا سرٹیفکیٹ'' دیا جاتا ہے۔

سال کورس 2026-27ء کی تفصیلات :

الحمدللہ، اگلے سال 2026ء کا نیا سیشن شروع ہونے والا ہے۔ یہ ایک نہایت اہم موقع ہے۔ 5 اپریل 2026ء بروز ہفتہ کو تقریب تقسیم اسناد اور تعارف کورس منعقد ہوگی۔ اس تقریب میں رواں سال کے کامیاب طلبہ کو سرٹیفکیٹ تقسیم کیے جائیں گے اور نئے طلبہ کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ یہ ایک تاریخی دن ہوگا جب سینکڑوں لوگ اکٹھے ہوں گے جن کا مقصد ایک ہی ہے- قرآن کریم کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔

6 اپریل 2026ء بروز اتوار سے کورس کا باقاعدہ آغاز ہو جائے گا۔ اس دن سے باقاعدہ کلاسز شروع ہو جائیں گی جو جنوری 2027ء تک جاری رہیں گی۔ یہ دس ماہ ایسے ہوں گے جو آپ کی زندگی بدل کر رکھ دیں گے، ان شاء اللہ۔

داخلوں کا سلسلہ پہلے سے شروع ہو چکا ہے۔ جو حضرات اور خواتین اس کورس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ جلد از جلد رابطہ کریں۔ ہر مرکز میں محدود نشستیں ہیں اور یہ جلد ہی بھر جاتی ہیں۔ لہٰذا جلدی کریں اور اپنا نام رجسٹر کروائیں۔ مارچ 2026ء کے آخر تک داخلے مکمل ہو جائیں گے۔

مقامات تدریس : آپ کے قریب ترین مرکز

انجمن خدام القرآن سندھ کے کراچی اور حیدر آباد میں متعدد مراکز ہیں۔ آپ اپنے قریب ترین مرکز میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس انجمن کا سب سے پرانا اور سب سے بڑا مرکز ہے۔ یہ کراچی کے ڈیفنس فیز 6 میں درخشاں کالونی، خیابان راحت، اسٹریٹ نمبر 34 پر واقع ہے۔ یہاں مسجد جامع القرآن کے ساتھ ایک وسیع کیمپس ہے جہاں سینکڑوں طلبہ و طالبات تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں ایک بہترین لائبریری، جدید کلاس رومز، اور تمام سہولیات موجود ہیں۔ رابطے کے لیے فون نمبر 02135340022 اور موبائل نمبر 03343088689 ہیں۔

قرآن اکیڈمی کورنگی، کورنگی نمبر 4 میں زمان ٹاؤن، سیکٹر A/35 میں مسجد طیبہ کے ساتھ واقع ہے۔ یہ کورنگی اور گردونواح کے لوگوں کے لیے بہت سہولت ہے۔ یہاں بھی تمام سہولیات موجود ہیں اور ایک اسکول بھی چل رہا ہے۔ رابطے کے لیے فون 02136806561 اور موبائل 03317292223 ہیں۔

قرآن اکیڈمی یاسین آباد، فیڈرل بی ایریا بلاک 9 میں شارع قرآن اکیڈمی پر واقع ہے۔ یہ ایک بہت فعال مرکز ہے جہاں سال اول اور سال دوم دونوں کورسز ہوتے ہیں۔ یہاں ایک وسیع لائبریری بھی ہے۔ رابطے کے لیے فون 02135074664 اور موبائل 03320200999 ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کراچی کا سب سے جدید مرکز ہے جو 2024ء میں قائم ہوا۔ یہ بحریہ ٹاؤن پریسنٹ A10، اولڈ کمرشل، لین 8، بلڈنگ نمبر 305 میں واقع ہے۔ یہ ایک جدید ترین سہولیات سے لیس مرکز ہے۔ رابطے کے لیے موبائل نمبرز 03333145800 اور 03353318050 ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر بلاک 14 میں سالکین بسیرا اپارٹمنٹ میں مسجد جامع القرآن کے ساتھ واقع ہے۔ گلستان جوہر ایک بہت بڑی آبادی ہے اور یہ مرکز وہاں کے لوگوں کے لیے بہت سہولت ہے۔ رابطے کے لیے فون 02134030119 اور موبائل 03334030115 ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد سندھ کے دوسرے بڑے شہر حیدر آباد میں واقع ہے۔ یہ لطیف آباد یونٹ نمبر 2، بلاک C، بنگلہ نمبر 176-B، نزد کارڈیو ہسپتال میں ہے۔ حیدر آباد اور گردونواح کے لوگ یہاں سے استفادہ کر رہے ہیں۔ رابطے کے لیے فون 0223407694 اور موبائل 03452701363 ہیں۔

ان بڑے مراکز کے علاوہ لانڈھی، شاہ فیصل کالونی، گلزار ہجری، ڈیفنس فیز 2، اور دیگر علاقوں میں بھی چھوٹے مراکز موجود ہیں جہاں مختصر کورسز اور درس قرآن کا انعقاد ہوتا ہے۔

یہ کورس کن لوگوں کے لیے ہے :

یہ کورس ہر اس مسلمان کے لیے ہے جو قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

جدید تعلیم یافتہ نوجوان مرد و خواتین جنہوں نے اسکول، کالج، یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی لیکن دینی تعلیم سے محروم رہے- یہ کورس خاص طور پر ان کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔ ایسے نوجوان جواب نوکری کر رہے ہیں یا کاروبار کر رہے ہیں لیکن انہیں احساس ہے کہ زندگی میں کچھ کمی ہے، کچھ خلا ہے- یہ کورس اس خلا کو پر کر دیتا ہے۔

ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ، وکلاء، بزنس مین اور دیگر پروفیشنلز جنہوں نے اپنے میدان میں بہت ترقی کی لیکن دین سے دور ہو گئے- یہ کورس انہیں واپس دین کی طرف لے آتا ہے۔ بہت سے ڈاکٹرز اور انجینئرز اس کورس میں شرکت کر چکے ہیں اور انہوں نے اپنی زندگیوں میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کی ہے۔

گھریلو خواتین جن کے بچے بڑے ہو گئے ہیں اور انہیں وقت میسر ہے- یہ کورس ان کے لیے ایک زریں موقع ہے۔ وہ اپنا وقت بہترین طریقے سے استعمال کرتے ہوئے قرآن فہمی حاصل کر سکتی ہیں۔ پھر وہ اپنے گھر میں، اپنے خاندان میں، اپنے محلے میں دین کی دعوت دے سکتی ہیں۔

وہ والدین جو اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنا چاہتے ہیں- انہیں سمجھنا چاہیے کہ بچوں کی بہترین تربیت وہی والدین کر سکتے ہیں جو خود دین سے واقف ہوں۔ اگر والدین قرآن کو سمجھتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، تو بچے خود بخود اثر لیں گے۔

دعوت کے کارکن جو لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا چاہتے ہیں- انہیں پہلے خود قرآن کو سمجھنا ہوگا۔ بغیر علم کے دعوت نہیں دی جا سکتی۔ یہ کورس انہیں وہ علم فراہم کرتا ہے جو دعوت کے لیے ضروری ہے۔

ریٹائرڈ حضرات جن کے پاس اب وقت ہے- انہیں چاہیے کہ اپنی باقی زندگی اللہ کی رضا میں گزاریں اور قرآن کو سمجھنے میں صرف کریں۔ یہ آخرت کے لیے بہترین سرمایہ ہے۔

غرض یہ کہ ہر وہ شخص جو مسلمان ہے اور قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے، یہ کورس اس کے لیے ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں۔ 20 سال کا نوجوان بھی آ سکتا ہے اور 60 سال کا بزرگ بھی۔ اصل چیز نیت اور خواہش ہے۔

یہ کورس کیوں کرنا چاہیے

1. دنیاوی ڈگریاں کافی نہیں :

آپ نے دنیاوی تعلیم میں 14 سے 16 سال لگائے۔ کیا یہ انصاف ہے کہ جس کتاب نے ہماری ابدی زندگی کا فیصلہ کرنا ہے، اس کے لیے ہم اپنی زندگی کے 10 ماہ بھی وقف نہ کریں، یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ یہ 10 ماہ آپ کی باقی زندگی اور آخرت کو سنوارنے کی ضمانت بن سکتے ہیں۔

2. براہِ راست کلامِ الٰہی سے تعلق :

ترجمہ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی پھول کی تصویر دیکھنا، جب کہ عربی زبان سیکھ کر قرآن پڑھنا ایسا ہے جیسے گلاب کی خوشبو کو براہِ راست محسوس کرنا۔ جب آپ ایاک نعبد و ایاک نستعین، کا مطلب گرائمر کی گہرائی کے ساتھ سمجھ کر نماز میں ادا کریں گے، تو آپ کی نماز کا خشوع و خضوع بدل جائے گا۔

3. فکری غلامی سے نجات :

آج کا نوجوان مغرب کے فکری اعتراضات (Atheism, Liberalism, Secularism) کی زد میں ہے۔ یہ کورس آپ کو قرآن کی روشنی میں وہ منطقی اور عقلی دلائل فراہم کرتا ہے جس سے آپ نہ صرف اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں بلکہ دوسروں کے شکوک و شبہات کا جواب بھی دے سکتے ہیں۔

4. گھر کا ماحول اور تربیت :

ایک فرد کا رجوع الی القرآن پورے گھرانے کا رجوع بن جاتا ہے۔ جب والدین قرآن کو سمجھیں گے، تو وہ اپنی اولاد کی تربیت اسلامی خطوط پر بہتر

اندازمیں کرسکیں گے۔ یہ کورس ''میرا گھر میری ذمہ داری'' کے تصور کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

5. سکونِ قلب کا حصول:

آج کے پرآشوب دور میں ڈپریشن اور بے سکونی عام ہے۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا دلوں کے اطمینان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ۔ یہ کورس آپ کو وہ روحانی سکون فراہم کرے گا جو مہنگی ترین ادویات اور تھراپیز نہیں دے سکتیں۔

عام سوالات اوران کے جوابات:

سوال: کیا یہ کورس عام لوگوں کے لیے ہے یا عالم بننے کے لیے؟

جواب: یہ کورس بالکل عام تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس کا مقصد لوگوں کو عالم دین بنانا نہیں بلکہ انہیں قرآن کریم سے جوڑنا ہے۔ یہ دینی مدرسے کا متبادل نہیں، بلکہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے بنیادی دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی مزید آگے پڑھنا چاہے تو وہ سال دوم میں داخلہ لے سکتا ہے یا کسی دینی مدرسے میں جا سکتا ہے۔

سوال: کیا میں کام کرتے ہوئے یہ کورس کرسکتا ہوں؟

جواب: کورس کا وقت صبح 8:45 سے دوپہر 1:00 تک ہے۔ اگر آپ کے کام کا وقت اس کے بعد ہے تو ممکن ہے۔ ورنہ آپ کو اپنے ادارے سے چھٹی لینی ہوگی۔ بہت سے لوگ خصوصی طور پر اس کورس کے لیے چھٹی لیتے ہیں، کیونکہ انہیں اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ بعض لوگ اپنی نوکری چھوڑ کر بھی یہ کورس کرتے ہیں، کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ سرمایہ کاری ان کی دنیا و آخرت دونوں کے لیے مفید ہے۔

سوال: کیا خواتین کے لیے علیحدہ انتظام ہے؟

جواب: جی ہاں، بالکل۔ تمام مراکز میں خواتین کے لیے علیحدہ کلاسز ہیں جہاں خواتین اساتذہ تدریس کرتی ہیں۔ پردے کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ خواتین بلاکسی تردد شرکت کر سکتی ہیں۔

سوال: اگر میں عربی بالکل نہیں جانتا؟

جواب: کوئی مسئلہ نہیں۔ کورس بالکل بنیادی سطح سے شروع ہوتا ہے۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ طالب علم کو عربی کا کوئی علم نہیں ہے۔ الف بے سے شروع کیا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھا جاتا ہے۔ ہزاروں لوگ جنہیں عربی کا کوئی علم نہیں تھا، انہوں نے یہ کورس کیا ہے اور کامیابی سے مکمل کیا ہے۔

سوال: اگر میں قرآن ناظرہ نہیں پڑھ سکتا؟

جواب: تو پہلے ناظرہ سیکھیں۔ ادارے میں ناظرہ قرآن کی علیحدہ کلاسز بھی ہیں جو مفت ہیں۔ آپ وہاں سے ناظرہ سیکھ کر پھر اس کورس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ یا پھر آپ کورس میں داخلہ لے لیں اور ساتھ ساتھ ناظرہ بھی سیکھتے جائیں۔ تجوید کے مضمون میں ویسے بھی ناظرہ کی خوب مشق ہوتی ہے۔

سوال: کورس کی فیس کتنی ہے؟

جواب: کوئی فیس نہیں۔ یہ کورس مکمل طور پر مفت ہے۔ نہ داخلے کی فیس، نہ ماہانہ فیس البتہ اگر آپ چاہیں تو انفاق کر سکتے ہیں تاکہ یہ کام جاری رہ سکے۔

سوال: کورس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

جواب: کورس مکمل کرنے کے بعد آپ سال دوم میں داخلہ لے سکتے ہیں جہاں مزید تفصیل سے قرآن کا مطالعہ ہوتا ہے۔ آپ ہفتہ وار درس قرآن میں شرکت کرسکتے ہیں۔ مختلف شارٹ کورسز میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر اہلیت ہو تو تدریسی خدمات بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر، آپ خود قرآن کا داعی بن کر دوسروں کو بھی قرآن کی طرف بلا سکتے ہیں۔

(جاری ہے۔۔۔)

ماہانہ رپورٹ برائے آئینہ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس میں 23 حضرات اور 24 خواتین جب کہ آن لائن شرکت کرنے والوں کی تعداد 35 ہے۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت ''میرا گھر میری ذمہ داری'' (استاذ انجینئر نعمان اختر صاحب)، ''طریقہ غسلِ میت اور تکفین و تدفین'' اور ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب) اور ''درس قرآن کی تیاری کیسے'' (استاذ انجینئر عثمان علی صاحب) کے موضوع پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ وطالبات نے کراچی کے دیگر تین مراکز کا مکمل دورہ کروایا گیا۔ اسی طرح ہر سال کی طرح اس سال بھی رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ کی پکنک منائی گئی۔

مدرسے کے تمام کُل وجزوقتی شعبہ جات (حفظ، قاعدہ، ناظرہ) میں معمول کے مطابق کلاسز کا انعقاد جاری ہے۔ مدرسہ کے تمام شعبہ جات میں سالانہ امتحانات کا انعقاد مؤرخہ 8 جنوری 2026ء بروز جمعرات کیا جائے گا۔ شعبہ خواتین میں ماہِ اگست 2025ء سے روزانہ سہ پہر 3:00 تا 5:00 بجے مختصر دورانیے کے مختلف دینی کورسز جاری ہیں۔

رواں ماہ مسجد میں پہلا اور تیسرا جمعہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب جب کہ دوسرا اور چوتھا جمعہ امیر محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

دوران ماہ مسجد میں 08 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔

مؤرخہ 8 دسمبر 2025ء بروز پیر سے ہفتہ وار دو کلاسز کی بنیاد پر ایک نئے کورس ''آؤ قرآن سمجھیں-آسان طریقے سے'' کے لیول 1 کا آغاز کیا گیا۔ کورس کا انعقاد ہر پیر اور بدھ کے دن بعد نمازِ عشاء کیا جا رہا ہے، جس میں 20 کے قریب افراد شریک ہو رہے ہیں۔ کورس کا اختتام ماہِ جنوری 2026 کے آخری ہفتے میں ہوگا۔

گزشتہ سال کی طرح اِس سال بھی 10 تا 16 سال کے لڑکوں کے لیے موسمِ سرما کی تعطیلات کے دوران چار روزہ ونٹر فیتھ اینڈ ٹیک کیمپ (Winter Faith & Tech Camp) کا انعقاد مؤرخہ 22 تا 25 دسمبر 2025 کیا گیا۔ جس کے اوقات تدریس صبح 10:00 تا دوپہر 12:00 بجے رکھے گئے۔ اِس کورس میں بچوں کو بنیادی اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ کچھ جدید علوم سے روشناس کروایا گیا بالخصوص درج ذیل موضوعات پر گفتگو کی گئی:

- AI Chatbots
- Advanced Programming
- Basics of Robotics
- How to make a Presentations
- Career Counselling
- Islamic Websites
- Social Media Platforms
- Strategic Vision
- Physical Fitness

کلاسز کے دوران بچوں کے لیے ریفریشمنٹ کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔
الحمد للہ 27 بچوں نے اس کورس میں شرکت کی جنہیں شرکت کا سرٹیفیکیٹ دیا گیا۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) میں 32 حضرات اور 65 خواتین، رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن بی) میں 21 حضرات اور رجوع الی القرآن کورس (سال دوم) میں 24 حضرات اور 14 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔
رجوع الی القرآن کورس (سال اول سیکشن اے) کے تحت ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام'' (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' (استاذ محمد ارشد صاحب)، ''اسلامک سافٹ ویئرز کا تعارف مع ویب سائٹس کا تعارف'' (استاذ غضنفر عمر صدیقی صاحب)، ''فتنہ قادیانیت'' (مولانا محمد علی صاحب، مبلغ شبان ختم نبوت) اور ''اسلام کا انقلابی منشور'' (ویڈیو لیکچر ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔
حلقات و دورات دینیہ کے تحت اس وقت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (سنڈے)''، ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)''، ''مطالبات قرآن''، ''خلاصہ مضامین قرآن (بعد فجر)''، ''دورہ ترجمہ قرآن (ہر جمعہ بعد نماز عشاء)''، ''مطالعہ حدیث (اتوار)''، ''تربیت برائے خادمین''، ''مختصر درس حدیث (اہل محلہ / نمازی حضرات بعد نماز عصر از طلبہ پارٹ 2)''، ''نماز سے متصل ترجمہ قرآن (بعد نماز ظہر اہل محلہ / نمازی حضرات از طلبہ پارٹ 1 سیکشن A- B اور پارٹ 2)''، ''حلقہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''، ''قصص النبیین''، ''دراسات دینیہ سال اول و دوم''، ''تجوید القرآن (سہ پہر)''، ''سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن (برائے خواتین)''، ''علم و عمل کورس (طالبات درجہ اول، دوم و سوم)، طلبہ''، ''قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل''، ''احکام و مسائل و طہارت و نماز (خواتین)''، ''تذکیر بالقرآن کورس برائے خواتین''، ''عربی تکلم کورس لیول 2''، ''ونٹر اسلامک کیمپ'' اور ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی (فیملی کورس)'' جاری ہے، جس میں اوسط تعداد 499 کے قریب ہوتی ہے۔
مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت درجہ حفظ میں 95 طلبہ اور درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 18 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ مدرسۃ البنین والبنات میں (سہ پہر 2:30 تا 4:30) کے تحت درجہ قاعدہ میں 170 طلبہ و طالبات اور درجہ ناظرہ میں 103 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب تا عشاء حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ و گردو نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد 20 ہے۔
شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت رواں ماہ پہلا اور دوسرا جمعہ ''ابلیس کی مجلس شوریٰ حصہ چہارم'' اور ''ابلیس کی مجلس شوریٰ حصہ پنجم'' (محترم سید سلیم الدین صاحب)، تیسرا اور پانچواں جمعہ ''سقوط ڈھاکہ'' اور ''نئے سال کی دہلیز پر اپنے اہداف متعین کیجیے'' (محترم محمد ارشد صاحب) جب کہ چوتھا جمعہ ''موت سے انجام تک'' (محترم عاطف محمود صاحب) نے خطبہ ارشاد فرمایا۔
مسجد میں 18 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔
شعبہ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب (تفصیلی ویڈیوز) حصہ چہارم درس نمبر (16) بعنوان ''جہاد فی سبیل اللہ کی غایت اولیٰ (شہادت علی الناس)'' پارٹ 5 تا 6 کی فورمیٹنگ، ترمیم و ترتیب اور تصحیح مکمل کی گئی۔ جب کہ درس: انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اساسی منہاج کی ایڈیٹنگ کا کام جاری ہے۔
آئینہ انجمن ماہ دسمبر تیار کیا گیا۔ آئینہ انجمن ماہ دسمبر کے شمارے کی مکمل نظر ثانی و تصحیح کی گئی، علاوہ ازیں آئینہ انجمن کے لیے ''سیرت احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان سے تفصیلی مضمون قسط اول تیار کیا گیا۔ اسی طرح آئینہ انجمن کے لیے ''ڈاکٹر علامہ اقبال کی حیات و خدمات'' اور ''دینی کام سے کس کی معذرت قبول ہوتی ہے'' کی کمپوزنگ کی گئی۔ جب کہ نئے سال کے لیے آئینہ انجمن کے مختلف ڈیزائن تیار کیے گئے۔ علاوہ ازیں آئینہ انجمن سال 2024 کے منتخبات کو کمپوز کیا گیا اور 2023 انڈیکس میں سے منتخب شدہ مضامین کو ایک فائل میں جمع کیا گیا، جب کہ سال 2022 کے

مکمل بارہ ماہ کے شماروں کا مضامین انڈیکس تیار کیا گیا۔

کتابچہ ''تعارف - رجوع الی القرآن کورس PROSPECTUS (2026-27ء)'' کی پروف ریڈنگ کی گئی۔ اور پھر دوبارہ بھی اس کتابچہ کی نظر ثانی اور کریکشن کی گئی۔ نیز رجوع الی القرآن کورس کے لیف لیٹس، پینا فلیکس اور بینرز کی پروف ریڈنگ کی گئی۔

پیغام قرآن کے تحت سورۃ الصف کی کمپوزنگ مکمل کی گئی، جب کہ سورۃ الجمعہ کی کمپوزنگ جاری ہے۔

شعبہ سوشل میڈیا کے تحت درج ذیل امور سر انجام دیے گئے: ''نگران انجمن خطاب جمعہ کلپس: 60''، ''رجوع الی القرآن کورس طلبہ تاثرات ویڈیو شوٹ (2) قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن''، ''پروموویڈیو برائے ایکسپو سینٹر بک فئیر''، ''پروموویڈیو برائے دی فیتھ لائن ونٹر کیمپ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد''، ''پروموویڈیو بچوں اور بچیوں کے لیے ونٹر کیمپ قرآن اکیڈمی یاسین آباد''، ''اسکرپٹنگ برائے گھریلو اسرہ ویڈیوز''، ''پروموویڈیو برائے تنظیم اسلامی سیمینار 25 دسمبر'' اور ''40 منٹ capsule برائے تشہیر پروگرام 25 دسمبر''۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس میں 15 حضرات اور 39 خواتین تسلسل کے ساتھ شریک ہو رہے ہیں۔ رواں ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''قرآن اور جہاد'' (استاذ محمد نعمان صاحب)، ''گھر میں دعوت کا کام کیسے'' (استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب) اور ''سفر آخرت کے مراحل'' اور ''احکام میت (غسل وتکفین وتدفین میت)'' (استاذ عاطف محمود صاحب) کے موضوعات پر لیکچرز منعقد ہوئے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں کل 51 جب کہ درجہ قاعدہ وناظرہ میں 99 طلبہ اور شعبہ بنات میں 124 طالبات جب کہ بڑی عمر کی خواتین کی ناظرہ قرآن میں 26 خواتین زیرِ تعلیم ہیں۔

مدرسہ ہٰذا کے شعبہ حفظ میں مطالعہ قرآن حکیم کے دو اسباق کی تدریس ہوئی۔ اسی طرح بعد نمازِ ظہر تربیتی کلاسز کے ضمن میں آدابِ زندگی کی تدریس کا مطالعہ باقاعدگی سے جاری ہے، جس کے فرائض خود طلبہ ہی انجام دیتے ہیں۔

شعبہ بنات میں درجہ قاعدہ کی طالبات کے لیے ''سچ کے آداب''، ''قصہ حضرت یوسف علیہ السلام''، اور کوئز ''سیرت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ'' جب کہ درجہ ناظرہ کی طالبات کے لیے ''عذاب قبر''، ''وقت کی اہمیت''، اور ''قرآن مجید کے حقوق'' نیز ناظرہ قرآن برائے خواتین کی طالبات کے لیے ''امہات المؤمنین (حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا)'' کے موضوعات پر خصوصی لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی میں حلقات ودورات دینیہ کے تحت کورس برائے حضرات بعنوان ''بنیادی علومِ دینیہ کورس'' کی بحسن وخوبی تکمیل ہوئی۔

شعبہ خواتین کے تحت جاری امور خانہ داری و تربیتی کورس کی کلاس میں 15 طالبات شرکت کر رہی ہیں۔ طالبات کے لیے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر تربیتی لیکچر منعقد کیا گیا۔

تنظیمِ اسلامی کورنگی شرقی کے تحت ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی'' (حافظ ریان بن نعمان اختر صاحب) کی کلاس میں 10 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔

تنظیم اسلامی (شعبہ خواتین) کے تحت ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر ماہانہ درس ہوا، جس میں 50 خواتین نے شرکت کی۔

دعوت وتبلیغ کے ضمن میں قرآن اکیڈمی کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں دورانِ ماہ تنظیم اسلامی کے تحت سلسلہ وار دورہ ترجمہ قرآن میں سورۃ التوبہ کا بیان جاری ہے۔ مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے ادا فرماتے ہیں، جس میں اوسطاً 50 حضرات نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

اسمبلی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یومِ وصال کی مناسبت سے پروگرامات منعقد کیے گئے۔ ان پروگرامات میں آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت، خدماتِ

اسلام، خلافتِ راشدہ کے کارنامے، اور دینِ حق کے لیے آپ ﷺ کی قربانیوں پر روشنی ڈالی گئی۔ طلبہ نے تقاریر، نعتیں اور کوئز مقابلوں کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ پروگرام کا مقصد طلبہ میں خلافتِ راشدہ کی عظمت اور صحابہ کرام سے محبت کو اجاگر کرنا تھا۔

16 دسمبر، سقوطِ ڈھاکہ کی مناسبت سے گفتگو کا انعقاد کیا گیا، جس میں طلبہ نے اس تاریخی سانحے کے اسباب، نتائج اور قومی یکجہتی کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

پری پرائمری سیکشن میں موسمِ سرما کی مناسبت سے سرگرمی کا انعقاد کیا گیا جس میں بچوں نے بھرپور دلچسپی اور جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔

بوائز سیکشن میں 15 تا 19 دسمبر ''ہفتہ سیرت النبی ﷺ'' منعقد کیا گیا۔ جس میں درج ذیل پروگرامات کا انعقاد کیا گیا:

- تلاوتِ قرآن پاک و نعتِ رسولِ مقبول ﷺ
- تقاریر
- تصویری خاکہ (Art Gallery)
- منظر نامہ (Documentary)

آخر میں بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے سرٹیفیکیٹ کی تقسیم کے لیے ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس کی صدارت ناظم تعلیم، قرآن اکیڈمی کورنگی جناب حافظ محمد نعمان صاحب نے فرمائی۔ طلبہ میں سرٹیفیکیٹ تقسیم کیے اور ''سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کیوں کریں'' کے عنوان پر لیکچر بھی دیا۔

''بچوں میں تعلیم کا شوق کیسے پیدا کیا جائے'' کے عنوان پر Teacher's Session منعقد کیا گیا۔

''مطالعہ قرآن، مطالعہ حدیث اور تعلیم کی اہمیت'' کے موضوعات پر Teacher's Session منعقد ہوا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس میں 38 حضرات اور 47 خواتین سمیت کل 85 شرکا نے شرکت کی۔

دوران ماہ خصوصی محاضرات کے ذیل میں ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' (جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' (ڈاکٹر عطاء الرحمن صاحب)، ''درس قرآن کی تیاری کیسے'' (جناب سید محمد مصطفی صاحب) اور ''اسلامک سافٹ ویئرز مع ویب سائٹس کا تعارف'' (جناب غضنفر عمر صدیقی صاحب) لیکچرز منعقد ہوئے۔

بعد از نماز فجر درس قرآن و حدیث (جناب ندیم گیلانی اور قاری غلام اکبر صاحبان)، بعد از نماز عصر درس حدیث (قاری غلام اکبر صاحب)، بعد از نماز ظہر اصلاحی خطبات اور خلاصہ مضامین قرآن (جناب جمیل صاحب اور غضنفر عمر صاحب) اور بعد از نماز فجر تجوید (قاری محمد ارسلان صاحب) جاری ہیں۔

رواں ماہ بچوں اور بچیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ Winter Day Camp کا آغاز ہوا جس میں تقریباً 60 بچوں نے شرکت فرمائی۔ اسی طرح ہفتہ وار قرآن فہمی کورس level-2 (برائے حضرات و خواتین) میں 15 حضرات اور 9 خواتین، نیز واٹس ایپ پر 'عربی گرامر' کا چوتھا بیچ مکمل ہوا، جب کہ پانچویں اور چھٹے بیچز میں تقریباً 1500 افراد شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں ہفتے میں دو دن بعد از مغرب 'عربی گرامر کورس' اور بعد از عشاء 'تجوید کورس' بھی منعقد کیے گئے۔ اسی طرح، ہفتہ وار 'تجزیہ قرآن کورس' اور 'سیرت النبی ﷺ کورس' بھی جاری رہے۔ اور ہر جمعہ بعد از عشاء 'درس قرآن' کا خصوصی اہتمام بھی کیا گیا۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں تقریباً 36 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

رواں ماہ خطبہ جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے حاصل کی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد میں رجوع الی القرآن کورس میں تقریباً 12 حضرات اور 25 خواتین شریک ہیں۔ دوراں ماہ خصوصی محاضرات کے تحت ''اسلامک سافٹ ویئرز مع ویب سائٹ کا تعارف'' (استاذ سیف الرحمن سومرو صاحب)، ''سابقہ اور موجودہ امت مسلمہ کا عروج و زوال'' اور

’’احیائی عمل کے تین گوشے‘‘ (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ’’ختم نبوت‘‘ (استاذ مبلغ ختم نبوت مولانا ابرار علی صاحب)، ’’تزکیہ نفس‘‘ (استاذ محمد فاروق صاحب) اور ’’غسل و تکفین و تدفین میت‘‘ (استاذ عاطف محمود صاحب) لیکچرز منعقد ہوئے۔

بروز ہفتہ دوپہر کے اوقات میں تفہیم القرآن کورس اور اسی طرح بروز اتوار دن 11 تا 1 بجے مطالعہ قرآن حکیم کورس (بچوں اور بچیوں کے لیے) کا اختتام ہو چکا ہے۔

بروز اتوار دوپہر کے اوقات میں تفسیر القرآن کورس میں سورۃ الکھف کی تفسیر جاری ہے۔

(پیر تا جمعرات) میں نوجوانوں کے لیے (The Faithline Course) کورس کا انعقاد کیا گیا۔

مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ میں اور بعد نمازِ مغرب بالغان کے لیے بھی قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم اور بروز جمعہ بعد نماز مغرب تذکیر بالقرآن کے تحت درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

شعبہ سندھی تصنیف و تالیف کے تحت بانی تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے کتابچوں کا سندھی ترجمہ جاری ہے۔ ’مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق‘، ’دینی فرائض کا جامع تصور‘، ’راہ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں‘، ’رب ہمارا‘، ’رسول انقلاب کا طریق انقلاب‘، ’بیت المقدس کی مختصر تاریخ‘ اور ’عربی گرامر نوٹس‘ یہ تمام کتابیں ترجمہ کے مراحل سے گزر کر تیار ہو چکی ہیں، ابتدائی تین کتابچے الحمد للہ چھپ بھی چکے ہیں، بقایا pdf کی صورت میں موجود ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن

قرآن انسٹیٹیوٹ بحریہ ٹاؤن کراچی میں رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تحت ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘ (استاذ انجینئر عثمان علی صاحب)، ’’غسل و تکفین و تدفین میت‘‘ (استاذ عاطف محمود صاحب)، ’’ابلیس کی مجلس شوریٰ‘‘ (استاذ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)، ’’فتنہ قادیانیت‘‘ (مولانا محمد علی صاحب، مبلغ شبان ختم نبوت) اور ’’گھر میں دعوت کا کام کیسے‘‘ (استاذ ڈاکٹر انوار علی صاحب، مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن سندھ) کے عنوانات پر خصوصی محاضرات منعقد ہوئے۔

شوہر اور بیوی کے تعلق کی مناسبت سے ایک خصوصی لیکچر ’’My role at home‘‘ منعقد ہوا جس میں حضرات و خواتین نے بھرپور شرکت فرمائی، لیکچر کے بعد ایکٹیویٹی کا بھی انعقاد کیا گیا۔ اسی طرح ایک اور خصوصی لیکچر ’’موجودہ حالات میں بچوں کی تربیت کیسے کریں‘‘ منعقد ہوا۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب کا سیشن ہوا۔

درجہ حفظ و ناظرہ قرآن کریم کا سلسلہ جاری ہے جس میں تربیہ سیشن کے تحت فرض نماز کے بعد کے اذکار اور روزمرہ کے معمولات کی دعائیں یاد کروائیں۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ للبنین والبنات میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 55 جب کہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 42 طلبہ اور شعبہ بنات میں 45 طالبات زیر تعلیم ہیں۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار درس (ہر جمعہ) میں سورۃ طٰہٰ کا مطالعہ جاری ہے۔ امیر لانڈھی تنظیم و ناظم مرکز محترم محمد ہاشم صاحب درس کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔ نیز ماہانہ درس قرآن و حدیث میں ’’دعوت دین اور ہماری ذمہ داری‘‘ کے موضوع پر عامر خان صاحب کا خصوصی بیان منعقد ہوا۔

مُردہ اپنی قبر سے

کیا شے ہے، کس امروز کا فردا ہے قیامت
اے میرے شبستانِ کُہن! کیا ہے قیامت

قبر

اے مُردۂ صد سالہ! تجھے کیا نہیں معلوم
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت

مُردہ

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت
اُس موت کے پھندے میں گرفتار نہیں میں
ہر چند کہ ہوں مُردۂ صد سالہ و لیکن
ظُلمت کدۂ خاک سے بیزار نہیں میں
ہو رُوح پھر اک بار سوارِ بدنِ زار
ایسی ہے قیامت تو خریدار نہیں میں

صدائے غیب

نے نصیبِ مار و کژدم، نے نصیبِ دام و دَد
ہے فقط محکوم قوموں کے لیے مرگِ ابد
بانگِ اسرافیل اُن کو زندہ کر سکتی نہیں
رُوح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسد
مر کے جی اُٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی رُوح کی منزل ہے آغوشِ لحد

قبر (اپنے مُردے سے)

آہ، ظالم! تُو جہاں میں بندۂ محکوم تھا
میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خاک میری سوز ناک
تیری مَیّت سے مری تاریکیاں تاریک تر
تیری مَیّت سے زمیں کا پردۂ ناموس چاک
الحذَر، محکوم کی مَیّت سے سو بار الحذَر
اے سرافیل! اے خدائے کائنات! اے جانِ پاک!

صدائے غیب

گرچہ برہم ہے قیامت سے نظامِ ہست و بود
ہیں اسی آشوب سے بے پردہ اسرارِ وجود
زلزلے سے کوہ و دَر اُڑتے ہیں مانندِ سحاب
زلزلے سے وادیوں میں تازہ چشموں کی نمود
ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریبِ تمام
ہے اسی میں مشکلاتِ زندگانی کی کشود

زمین

آہ یہ مرگِ دوام، آہ یہ رزمِ حیات
ختم بھی ہوگی کبھی کشمکشِ کائنات
عقل کو ملتی نہیں اپنے بُتوں سے نجات
عارف و عامی تمام بندۂ لات و منات
خوار ہُوا کس قدر آدمِ یزداں صفات
قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کا ثبات
کیوں نہیں ہوتی سحَر حضرتِ انساں کی رات؟

علامہ محمد اقبال

شعبۂ ملی میڈیا

خطباتِ جمعہ (محترم شجاع الدین شیخ صاحب) :

ماہِ دسمبر 2025ء میں محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطبہ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے انجمن اور تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر شائع کیا گیا :

حیا کی حفاظت اور زنا کی روک تھام مگر کیسے ؟ | پاکستان کی معاشی ابتری پر آئی ایم ایف کی رپورٹ | حرمت اقصیٰ کی حفاظت امت کا دینی فریضہ	
ملکی وملّی معاملات پر علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے مشترکہ موقف کی تائید اور گزارشات	رزق کا مفہوم، برکت اور وسعت

خطباتِ جمعہ (محترم انجینئر نعمان صاحب):

ماہِ دسمبر 2025ء میں محترم انجینئر نعمان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

ہمارا گھر ہماری ذمہ داری | اہل خانہ کی تربیت سے حاصل ہونے والے فوائد	ہمارا گھر ہماری ذمہ داری | سر براہ خاندان کی ذمہ داریاں
ہمارا گھر ہماری ذمہ داری | سر براہِ خاندان گھر والوں پر نگران | گھر کی حقیقت	ہمارا گھر ہماری ذمہ داری | عبادات و معیشت میں سر براہ خاندان کی ذمہ داری | پاکستان میں علماء کرام کی دو مجالس کی روداد

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب) :

ماہِ دسمبر 2025ء میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

مطالعہ منتخب نصاب : سورۃ العصر حصہ 03	خطبہ نکاح
مطالعہ منتخب نصاب درس دوم آیتہ البر (حصہ 01)	مطالعہ منتخب نصاب درس دوم آیتہ البر (حصہ 2)
مطالعہ منتخب نصاب درس دوم آیتہ البر (حصہ 3)	

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب) :

ماہِ دسمبر 2025ء میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنھیں انجمن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

انفاق فی سبیل اللہ	سود کی خباثت اور صدقات وخیرات کی برکات
رزق میں تنگی کی وجوہات	اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

ماہ رواں میں درج ذیل امور سر انجام دیے گئے: انجمن سالانہ اجلاس کی تمام قسطیں ایڈٹ کی گئیں اور قرآن چینل پر نشر کی گئیں۔ امیر محترم شجاع الدین شیخ کا خلاصہ مضامین قرآن پروگرام کے حوالے سے ایک پرومو ریکارڈ ہوا۔ اسی طرح خلاصہ مضامین قرآن پروگرام کے لیے Virtual set پر کام ہوا۔ علاوہ ازیں گلبرگ ٹاؤن کے احاطہ میں ''امت مسلمہ کی حالت زار اور نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر'' کے عنوان سے ایک سیمنار منعقد ہوا، جس میں مختلف جماعتوں کے مقررین نے شرکت کی، اس کی ریکارڈنگ کی گئی اور مختلف چینلز اور فیس بک پیجز پر براہ راست نشر بھی کیا گیا۔ نیز quran podcast کی ایک قسط ایڈٹ کی گئی۔ جب کہ ماہ رواں میں ایک Sec30 پر مبنی پرومو تیار کیا گیا، جس میں مکتبہ، کتب اور اساتذہ کے اڈیو کلپس شامل کیے گیے۔

معاونت:

مسجد جامع القرآن گلشن معمار میں ملٹی میڈیا کی جانب سے ساؤنڈ سسٹم بہتر کیا گیا۔

قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں ملٹی میڈیا کی جانب سے ساؤنڈ سسٹم کی تبدیلی کے حوالے سے خدمات انجام دی گئی۔

Cabling, IT phones installed etc

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہوسکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021